جمعہ 21فروری 2020ء | 26جمادی الثانی 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 45

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۴﴾ (الاحزاب:34)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

فرمانِ رسول ﷺ

ماں باپ ہی اولاد کی تربیت کے ذمہ دار ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ لیکن بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اسے عیب دار بنادیتے ہیں۔ (مسلم کتاب القدرباب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ)

فرمان خلیفہ وقت

ایک ماں کی ذمہ داری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء کے موقع پر مستورات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہم جو اس دعوے کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں کہ آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا تھا تا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرے تا کہ دنیا کو دین اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرے، تو ہمیں تو بہت زیادہ اور محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے دنیا کی لغویات اور برائیوں سے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا اگلی نسلوں کو بھی بچانا ہے اور ان کی ایسے طریق پر تربیت کرنی ہے کہ یہ جاگ آگے پھر لگتی چلی جائے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی بھی ہو۔ اس کی عبادت کرنے والی بھی ہو۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی بھی بنتی چلی جائے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا صرف کھڑے ہو کر زبانی عہد کرنے سے گزارا نہیں ہو گا۔ ہم صرف زبانی عہد کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس کی عملی تصویر ہوں اور یہ چیز نہ ہم، نہ ہماری نسلیں اپنے زور بازو سے کر سکتی ہیں بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل چاہنے کے لئے اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ اس سے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی عملی حالتوں کو ٹھیک کرنے کی ضرور ت ہے۔ اپنے عقائد کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

پس ہر عورت جو ماں ہے اور ہر لڑکی جس نے انشاء اللہ تعالیٰ ماں بننا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول میں محض اور محض اپنے فضل سے بچوں کی ایسی تربیت فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو۔“

(خطاب مورخہ 4۔اگست 2018ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

اسلامی پردہ

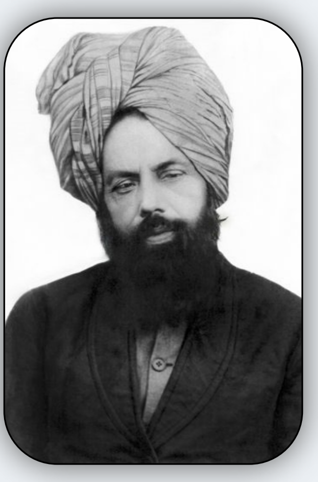

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”قرآن مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غضِ بصر کریں۔ جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں تو محفوظ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ انجیل کی طرح یہ حکم دے دیتا کہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھے۔ افسوس کی بات ہے کہ انجیل کے مصنف کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ شہوت کی نظر کیا ؟ نظر ہی تو ایک ایسی چیز ہے جو شہوت انگیز خیالات کو پیدا کرتی ہے۔ اس تعلیم کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہے جو اخبارات پڑھتے ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے کیسے شرمناک نظارے بیان کیے جاتے ہیں۔

اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بندر کھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں ۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لیے پڑےان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے، وہ بیشک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔

مساوات کے لیے عورتوں کے نیکی کرنے میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے اور نہ ان کو منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی میں مشابہت نہ کریں۔ اسلام نے یہ کب بتایا ہے کہ زنجیر ڈال کر رکھو۔ اسلام شہوات کی بناء کو کاٹتا ہے۔ یورپ کو دیکھو کیا ہورہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کتوں اور کتیوں کی طرح زنا ہوتا ہے اور شراب کی اس قدر کثرت ہے کہ تین میل تک شراب کی دکانیں چلی گئی ہیں ۔ یہ تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا پردہ داری کا یا پردہ دری کا۔

اسلام کی بات کو بگاڑنا اور اندھادھند اعتراض کرنا ظلم ہے۔ اسلام تقویٰ سکھانے کے واسطے دنیا میں آیا ہے۔ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ لوگ ملوک کے دین پر ہوتے ہیں اور میں نے مختلف مثالوں کے ذریعہ اس امر کو بیان کر دیا ہے۔ اب دیکھ لو کہ جو حالات ابتر اس ملک میں ہوتے ہیں وہ کسی اور ملک میں نہیں ہیں ۔ یہاں تک کہ مکہ مدینہ میں بھی نہیں ہوئے ۔ ایسی آزادی اور اباحت جو یہاں ہے۔ اس کی نظیر کسی دوسرےملک میں نہ ملے گی اور ان ملکوں میں چونکہ اس قسم کے محرکات پیش نہیں آئے اس لیے وہاں خیالات بھی بہت ابتر نہیں ہوئے۔“ (ملفوظات جلداوّل صفحہ405)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) آئینہ جھوٹ بولتا ہی نہیں
- حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم کے حالاتِ زندگی
- لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک اور اغراض و مقاصد
- لجنہ کالم
- انٹرویو صاحبزادی ناصرہ بیگم بنت حضرت مصلح موعودؓ، والدہ ماجدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- جلسہ سالانہ سیرالیون

اداریہ

آئینہ جھوٹ بولتا ہی نہیں

آئینہ کے لفظ کو ادیبوں ، نثر نگاروں اور شعراء نے خوب استعمال کیا ہے ۔ درج بالا عنوان کے الفاظ کرشن بہاری نور کے ہیں۔ آنحضور ﷺ کے آبِ زر سے لکھے جانے والے بے مثل فقرات اور محاوروں میں ایک آئینہ کے متعلق بھی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئےآئینہ کے طور پر ہے ۔ اسلامی دنیا میں آئینہ کی کیا اہمیت ہے ۔ اس کے کیا فوائد ہیں ۔ اس سے کیا سبق ملتے ہیں۔

ان پر خاکسار کا ایک آرٹیکل بعنوان ''مذہبی دنیا میں آئینہ کی اہمیت'' شائع ہوا تھا ۔ اس کو من و عن یہاں ایک بار پھر افادۂ عام کے لئےدیا جا رہا ہے۔

آنحضور ﷺ نے جو بے مثل فقرات استعمال فرمائے وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور تاقیامت مشعلِ راہ ہیں ان میں ایک فقرہ ''اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ'' ہے جس کے معنی یہ ہیں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بطور آئینہ کے ہے۔ (کنزالعمال الجز والاول حدیث نمبر 739صفحہ 89)

حدیث کی کتاب ابو داؤد میں آنحضور ﷺ کے الفاظ یوں مروی ہیں اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ کہ مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہے ۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب النصیحۃ)

اور اس مضمون کو آنحضور ﷺ نے ایسے موقع پر بیان فرمایا جب آپ ''اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' کی تعلیم دے رہے تھے اور ان دونوں فقروں کا آپس میں بہت گہرا ربط ہے، رشتہ ہے۔آئینہ کے لفظ اور اس کی خوبیوں پر غور کرنے سے ایک مومن کا دوسرے مومن سے رشتہ مودّت کا جہاں اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ محبت کا رشتہ بڑھتا بھی چلا جاتا ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے اس فقرہ سے کیا کیا سبق ملتے ہیں۔

1۔آئینہ انسان کو سنوارنے کے کام آتا ہے۔ آئینہ کو دیکھ کر انسان اپنے آپ کو خوبصورت بناتا ہے۔ اپنے چہرے کے نقائص دُور کرتا ہے۔

2۔ آئینہ کا صاف ہونا ضروری ہے۔ آئینہ جتناصاف اور شفاف ہو گا۔ اس کے اندر بننے والی شبیہ بھی اتنی ہی صاف اور ستھری نظر آئے گی اور اتنے ہی نقائص صاف اور نمایاں بتا سکے گا اور اگر آئینہ دھندلا ہو،گندا ہو، گرد آلودہو یا ٹیڑھا ہو اس کے اندر شبیہ بھی صاف نہ ہو گی۔

آئینہ چونکہ اصلاح کے کام آتا ہے اس لئے صاف آئینہ انسان کی اصلاح کر کے دُرستگی بھی کر سکے گا۔ اسی طرح ایک صاحبِ ایمان جتنا زیادہ متقی، پرہیز گار، نیک اور صالح ہو گا اتنا ہی زیادہ و ہ دوسرے کے لئے آئینہ کا کام دے سکے گا۔ لہٰذا ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ پہلے اپنی کجیاں دُور کرے۔ اپنے دل کو پاک صاف بنائے تاکہ دوسرے شخص کی اصلاح کا موجب بن سکے۔نہ کہ جس طرح زنگ آلود شیشہ بیکار شیشہ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے و ہ بیکار نہ سمجھا جائے بلکہ اس کے دل کی صفائی اس حد تک ہو کہ اس میں خدا نظر آنے لگے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خداتعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچی جائے۔'' (حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد 22صفحہ 27)

3۔ آئینہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آئینہ انسانی چہرہ کا کوئی عیب چھپاتا نہیں بلکہ2اور2 = 4کی طرح واضح کر دیتا ہے۔ انسان کے بالوں کی پراگندگی ، چہرے کا گرد و غبارتک بتا دیتا ہے۔

اسی طرح ایک صاحبِ ایمان شخص اگر اپنے بھائی کے اندر کمزوری دیکھے تو اُسے بتلاتے ہوئے حیا اورشرم حائل نہیں ہونی چاہئے۔کیونکہ ہرصاحب ایمان کی زندگی ذاتی اور انفرادی ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی اور قومی زندگی بھی ہے اور معاشرے کو پاک صاف رکھنے کے لئے اپنے بھائی کو اس کی کوتاہیوں اور غلطیوں کی طرف توجہ دلا دینی چاہئے۔ ایک صاحب ایمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کے اندر عیب دیکھتے ہوئے بھی اس سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس کی خوشامد کرے اور کہے کہ تمہارے اندر تو یہ عیب نہیں ہے تم تو بہت نیک اور پارسا ہو۔

4۔ہاں اس سلسلہ میں آئینہ کی اس خوبی کو بھی مدّنظر رکھا جائے کہ کسی بھائی کے اندر جس حد تک کمزوری ہے اس کو اسی حدتک آگاہ کیا جائے نہ کہ بات کو بڑھا چڑھا کر کیونکہ آئینہ چہرے کے داغ دھبّے کو اصل سے بڑھا کر یا کم کر کے نہیں دکھلاتا۔

5۔کسی کو نصیحت کرتے وقت اُن تمام اُصولوں کو مدّنظر رکھنا چاہئے جو قرآن اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اندازِ نصیحت نہایت دھیما اور پیارا ہونا چاہئے۔ اتنا سخت نہ ہو کہ بھائی کا دل ہی ٹوٹ جائے۔ کیونکہ آئینہ بہت نازک ہوتا ہے، ذرا سی ٹھوکر سے وہ کرچی کرچی ہو جاتا ہے اسی طرح ہمیں بھی نصیحت کرتے وقت اگلے بھائی کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا چاہئے۔

6۔آئینہ منافقت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اس کے عیب بتلانے سے گھبراتا ہے اور نہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے اس کو اس کے عیوب سے آگاہ کر دیا تو وہ غصّہ میں آ کر مجھے ہی نہ توڑ ڈالے۔اس لئے ایک صاحبِ ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کی کمزوری کے اظہار سے نہ ڈرے۔ نہ حجاب محسوس کرے اور نہ شرمائے بلکہ ایسے انداز میں نہایت حکمت اور پیار و محبت سے نشاندہی کر دے کہ وہ غصّہ میں آنے کی بجائے فَاسْتَبِقُوْاالْخَیْرَاتِ کے قرآنی اُصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے عیب کو دُور کرنے کی طرف توجہ دے نہ کہ اس پر عمل ہو۔

ع آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے

7۔آئینہ کا ایک وصف یہ ہے کہ جو اس کے سامنے آئے گا اس کو اس کا عیب بتا دے گا اور جب وہ شیشہ سے اوجھل ہوا تو اس کے عیوب بھی اوجھل ہو جاتے ہیں اور بعد میں آنے والے شخص کو پہلے شخص کے عیوب نہیں بتاتا۔ گویا آئینہ غیبت اور چغل خوری نہیں کرتا۔

آئینہ کا وصف ہر مومن کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بدنامی کاموجب نہ ہو۔ اس کے عیوب اور سقم کی تشہیر نہ کرتا پھرے اور اگر اس حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو ایک میں ... کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دوسرے میں ''اَلْمُؤْمِنُ'' کا اور یہ دونوں الفاظ یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے بھائی کے لئے سلامتی اور امن کا پیغام بنے اور یہ یونہی بنا جا سکتا ہے کہ ہم غیبت اور چغل خوری سے بچیں اور شیشے کی طرح ستاری اور پردہ پوشی کی صفت کو اپنائیں اور ہمدرد اور شفیق بن کر علیحدگی میں، تخلیہ میں اس کی کوتاہی کی نشاندہی کی جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس مضمون کو اُجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اصلاحی کوششیں جو صرف نصیحت کا رنگ رکھتی ہیں وہ ضرور ہونی چاہئیں اور نصیحت کرنا تصادم نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ہر شخص کو نصیحت کے اوپرمامور فرما دیاہے۔ اس لئے یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ کسی کونصیحت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ اس لئے اگر آپ کو کوئی نصیحت کرتا ہے تو آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ تم اس کو کہوکہ تم میرے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہو۔جاؤ اپنے معاملہ میں اپنا معاملہ رکھو۔ یہ حماقت ہے۔ یہ جواب زندگی کی حقیقت کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔جو نصیحت کرتا ہے وہ ٹکراتا نہیں ہے۔ وہ ایک مشورہ دیتا ہے۔ ایک بیرونی آئینہ دکھاتا ہے۔ اس لئے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ایک مومن کو دوسرے مومن کا آئینہ قرار دیا ہے ۔ آئینہ اگر متصادم ہوگا تو ٹوٹ جائے گا۔ لیکن آئینہ تو خاموشی سے صحیح صورت اور رنگ دکھا دیتا ہے اور اس کا پراپیگنڈا نہیں کرتا، کسی اور کو کسی کے چہرے کا نقص نہیں بتاتا۔'' (مشعل راہ جلد سوم ص328)

گویا کہ آئینہ اصلاح و ارشاد کا کام بھی کرتا ہے۔ ایک بھائی دوسرے کے لئے اصلاح کا ذریعہ ہےاوروہ دوسرے کو ہمیشہ اصلاح کی طرف راغب کرتا ہے۔جیسے نمازوں میں کسی کو باقاعدہ دیکھ کر نمازوں کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔ کسی کے گھر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنتے ہی یہ جذبہ دل میں پیدا ہوتاہے کہ میرے گھر سے بھی قرآن کریم کی آوازیں بلند ہوں تا میرے گھر میں بھی فرشتوں کا نزول ہو۔

8۔قریباً ہر گھر میں آئینہ کی موجودگی ہمیں یہ ایک عظیم سبق دیتی ہے کہ ایک مومن بھائی کو اکیلا نہیں رہنا چاہئے۔ دعوت الیٰ اللہ کرکے اپنا بھائی ضرور بنانا چاہئے کیونکہ آئینہ کی عدم موجودگی سے انسان اپنے چہرہ کے وصف اور کمزوریوں سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہو سکتا۔ انسان روزانہ ہی غیر ارادی اور غیر شعوری طورپر ایسی کئی حرکات اور عادات بجا لاتا ہے جو ناپسندیدہ ہوتی ہیں اوردینی تعلیم بھی ان کو پسند نہیں کر رہی ہوتی اوربسا اوقات نا پسندیدہ حرکات بجا لانے والے کو بھی اس امر کا احساس بھی نہیں ہو رہا ہوتا کہ یہ حرکات معیوب نہیں اور وہ ان کو بُرا سمجھ بھی نہیں رہا ہوتا ہے۔ تاہم دوسرے بھائی کی طرف سے توجہ دلانے پر اس کو بُرائی کا احساس ہوتا ہے۔

9۔آئینہ صرف نقائص ہی نہیں بتاتا بلکہ انسانی چہرے کی خوبصورتی سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ اس کے حسن کی تعریف کرتا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرتاہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوبصورت اور صحت مند چہرہ ملنے پر شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

آنحضور ﷺ آئینہ دیکھتے وقت یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

کہ اے اللہ! خوبصورت شکل و شباہت بھی تو نے ہی عطا کی ہے۔ اب میرے اخلاق بھی حسین اور خوبصورت بنا دے۔ (مسند احمد مطبوعہ بیروت جلد6ص 150)

لہٰذا ایک صاحبِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ آئینہ کی طرح اپنے بھائی کے اندر پائی جانے والی خوبی کی تعریف بھی کرے۔ اس کے کام کی تعریف کرے۔ اس کی حوصلہ افزائی ہو تا وہ نیکیوں میں مزید آگے بڑھے۔

10۔ آئینہ مسابقت فی الخیرات کا کام بھی دیتا ہے۔ ایک صاحبِ ایمان بھائی جب اپنے بھائی میں نیکیاں دیکھتا ہے تو فوراً وہ اپنا جائزہ لیتا ہے، اپنا محاسبہ کرتا ہے اور اپنے اندر موجود سقم سے آگاہ ہوتا ہے تو اپنے اندر بھی وہ نیکیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو وہ اپنے بھائی کے اندردیکھ چکا ہے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ میں ہر وقت مصروف رہتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ ہمیشہ سبقت لے جاتے۔ مالی قربانی میں ایک دفعہ حضرت عمرؓ گھر کا نصف مال لے آئے تو حضرت ابوبکرؓ پورے اثاثے کے ساتھ حاضر ہو گئے۔

11۔ جہاں ایک نیک پارسا انسان دوسرے کمزور لوگوں کے لئے آئینہ کا کام کرتا ہے وہاں ایک کمزور انسان بھی ایک اچھے پارسا انسان کے لئے آئینہ کا کام کرتا ہے۔ کیونکہ ایک کمزور اور عیوب سے لت پت انسان کو دیکھ کر خدا سے خوف رکھنے والا انسان جہاں جذبات شکر گزاری بجا لاتا ہے وہاں ان کمزوریوں سے ناپسندیدہ حرکات سے دُور رہنے کے عہد و پیمان بھی باندھتا ہے۔

کہتے ہیں حکیم لقمان سے کسی نے پوچھا کہ تم نے ادب کہاں سے سیکھے ہیں۔ جواب دیا۔ ''از بے ادباں'' کہ بے ادبوں سے۔ مزید استفسار پر بتلایا کہ ہر ناپسندیدہ چیز جو میں نے غیر میں دیکھی اس سے میں نے پرہیز کیا۔

مادی اور روحانی ہر دو دُنیا میں آئینہ کو جو خاص اہمیت حاصل ہے اس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں مختلف جگہوں پر بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے حضرت محمد مصطفی ﷺ بطور آئینہ کے ہیں۔

باقی صفحہ 6 پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبانِ مبارک سے اپنی والدہ ماجدہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم بنت حضرت مصلح موعودؓ کے حالاتِ زندگی

’’قارئین الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں‘‘

نوٹ: حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم والدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وفات پر اپنے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے آپ کے حالاتِ زندگی بیان فرمائے جس کا ایک حصہ دیا جارہا ہے۔

حضور انور فرماتے ہیں۔

گزشتہ دنوں میری والدہ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں جب بھی اُن کی زندگی پر غور کرتا ہوں، اُن کی عبادت کے معیار مجھے نمونہ نظر آتے ہیں۔ اُن کا قرآنِ کریم پر غور کرتے ہوئے گھنٹوں پڑھنا مجھے نمونہ نظر آتا ہے۔ اُن کی نمازوں میں انہماک اور مغرب کو عشاء سے جوڑنا اور پھر عشاء گھنٹوں لمبی چلنا، وہ میرے سامنے ایک نمونہ ہے۔ میری والدہ وہ تھیں جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو نہیں دیکھا لیکن ابتدائی زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار اور دعائیں حاصل کیں۔ صحابہ اور صحابیات سے فیض پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کے زمانے کے زیرِ اثر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں دوسرے نمبر پر ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے براہِ راست فیض یاب ہونے والوں کی صحبت کا اثر اُن میں نمایاں تھا۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، بول چال، رکھ رکھاؤ میں ایک وقار تھا اور وقار بھی ایسا جو مومن میں نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سے لو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔ اس تڑپ کا اظہار آپ نے اپنے شعروں میں بھی کیا ہے۔ میں یقینا جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ کی نمازوں میں انہماک کو دیکھ کر کہہ سکتاہوں کہ آپ کے شعر وادیوں میں بھٹکنے والے شاعروں کی زبان دانی اور سطحی الفاظ نہیں تھے بلکہ دل کی آواز تھی۔ ایک نظم ہے، اُس کے چند شعر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں کہ

محبت بھی، رحمت بھی، بخشش بھی تیری
میں ہر آن تیری رضا چاہتی ہوں
اطاعت میں اُس کی سبھی کچھ ہی کھو کر
میں مالک کا بس آسرا چاہتی ہوں
میرے خانۂ دل میں بس تو ہی تو ہو
میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں

ایک مرتبہ ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ وہاں کھڑے تھے، صحابہؓ نے اُس مرنے والے کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ بعد میں یہ پوچھنے پر کہ کیا واجب ہو گئی؟آپ نے فرمایا۔ جنت واجب ہو گئی

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المتین حدیث نمبر1367)

کیونکہ جس کی نیکیوں کی لوگ تعریف کریں اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ میری والدہ کی وفات پر جو بے شمار تعزیتی خطوط آرہے ہیں اور جن سے اُن کا براہِ راست واسطہ پڑتا رہا، سب ہی اُن کے مختلف اوصاف کی تعریف لکھ رہے ہیں۔ پس مختلف لوگوں کے یہ خطوط اور جو میں نے اُنہیں دیکھا ہے اُس سے امید ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو کہ ’میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں‘ قبول کرتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا ہو گا۔

اے میرے پیارے خدا! تو میری والدہ سے وہ سلوک فرما جو اُس نے اپنی اس دعا میں تجھ سے چاہا اور ہم جو اُن کی اولاد ہیں ہمیں بھی اس مضمون کو سمجھنے والا بنا۔ ہمیں بھی اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹے رکھنا اور ہم کبھی اُن توقعات سے دور جانے والے نہ ہوں جو آپ نے اپنی اولاد سے کیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی آئندہ نسلوں کو بھی اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے متعلق مختصراً بعض باتوں کا بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا آپ حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں۔ آپ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ جو حضرت اُمّ ناصرؓ کے نام سے جانی جاتی ہیں اُن کے بطن سے اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ حضرت اُم ناصرؓ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا واقعہ بھی مختصر بیان کر دیتا ہوں۔ یہ نکاح 1902ء میں ہوا۔ حضرت اُمّ ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب وہ ہیں جن کی مالی قربانیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اب یہ مالی قربانیاں نہ بھی کریں تو جو کر چکے ہیں وہ بھی بہت ہیں۔

(ماخوذ از تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء انوار العلوم جلد 9صفحہ 403)

لیکن بہر حال وہ پھر بھی آخر دم تک مالی قربانیاں کرتے رہے۔ 1902ء میں نکاح ہوا تھا۔ اکتوبر1903ء میں شادی ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ تجویز کیا، اس کی تحریک فرمائی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کولکھا کہ ’’اس رشتہ پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو ابھی الہامی طورپر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں.... مگر محمود کی رضا مندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جنابِ الٰہی کی رضا مندی کے موافق انشاء اللہ ہو گا۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 45)

یقیناً یہ رشتہ جنابِ الٰہی کی رضا مندی سے تھا کہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رِداء پہنائی۔

میری والدہ کا نکاح 2 جولائی 1934ء کو میرے والد حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ساتھ ہوا جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بیٹے تھے اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی نکاح ہوا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک لمبا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ان ہر دو نکاح میں پہلا نکاح حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اور دوسرا جیسا کہ میں نے کہا میرے والد، والدہ کا تھا۔ یہاں اُس خطبہ کے بعض حصے خاص طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ عام طور پر تو پوری جماعت کے لئے ہے، لیکن خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کے لئے کہ اس کو سُن کر اِن کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو اور میری والدہ جو ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی تربیت کے لئے کوشاں رہیں، اُن کے اعلیٰ معیار کے لئے کوشاں رہیں اُن کو بھی اس کا ثواب مل جائے کہ اُن کی وفات کی وجہ سے میری اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:

’’وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) سے مراد ہے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزِ کامل۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگر اُس وقت ایسا شخص مبعوث ہو چکا ہو جسے میرا وجود کہا جا سکے تو وہ اس دجال کا مقابلہ کرے گا ورنہ سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ ہو گی کہ مسلمان اس دجال سے لڑ کر مر جائیں۔ اس عظیم الشان فتنہ کے مقابلہ کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی کی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اپیل کی ہے کہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ جب یہ فتنہ عظیم پیدا ہو گا تو اہلِ فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو تمام قسم کے خطرات اور مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پھر دنیا میں ایمان قائم کر دیں گے۔‘‘حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ’’میں سمجھتا ہوں یہ خالی پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آرزو ہے۔ ایک خواہش ہے۔ ایک امید ہے۔ اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خدا کا رسول ابنائے فارس سے کیا چاہتا ہے؟ اس فتنہ سے خطرات کے لحاظ سے بہت کم، نتائج کے لحاظ سے بہت کم، زمانہ اور اثرات کے لحاظ سے بہت کم، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتنہ اُٹھا۔ صحابہؓ نے اُس وقت جو نمونہ دکھایا وہ تاریخ کی کتابوں میں آج تک لکھاہے‘‘۔ (اور پھر آپ نے اُس کی تفصیل بیان فرمائی کہ صحابہ نے کیا نمونہ دکھایا، کس طرح اُنہوں نے اپنی جانیں قربان کیں۔) پھر حضرت مصلح موعود آگے جا کر اُس جنگ کا ذکر کرتے ہیں جو فتح مکہ کے بعد ہوئی اور جس میں نو مسلم بھی شامل ہوئے تھے اور اُن کو اپنی تعداد پر بڑا زُعم اور بھروسہ تھا، اُس پر تکبر کر رہے تھے لیکن کفار کے تیروں کی جب بارش پڑی ہے تو اُس کے آگے ٹھہر نہ سکے اور اُن نو مبائعین کی کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے یا ٹریننگ نہ ہونے کی وجہ سے جب اُن سب کے گھوڑے بِدکے ہیں تو اُنہوں نے جو پرانے صحابہ تھے اُن کی صفوں میں بھی بے ترتیبی پیدا کر دی، کھلبلی مچا دی، جس کی وجہ سے اُن کے گھوڑے بھی بِدکنے لگے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دس بارہ صحابہ رہ گئے۔ تب صحابہ کو بلکہ خاص طور پر انصار کے لئے آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو کہہ کر یہ اعلان کروایا کہ انصار! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ اُس وقت جب ان سب کے گھوڑے بدک رہے تھے اور باوجود موڑنے کے نہیں مڑ رہے تھے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم اتنی زور سے اُس کی لگامیں کھینچتے تھے کہ اُن کی گردنیں مڑ کے پیچھے لگ جاتی تھیں لیکن اُس کے باوجود جب ڈھیلی چھوڑو پھر گھوڑے واپسی کی طرف دوڑتے تھے تو اُس وقت جب یہ اعلان ہوا کہ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا لگا جیسے ہمارے جسموں میں ایک بجلی سی دوڑ گئی ہے۔ سواریوں کو قابو کرنے کی کوشش کی تو پھر بھی نہیں مڑتی تھیں، کسی کی سواری مڑ سکی تو سواری پر چڑھ کر ورنہ پھر اس آواز کے بعد اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کی گردنیں اُڑاتے ہوئے، اُن کی گردنیں کاٹ کر اور وہیں اُن کو گرا کے پیدل ہی چند منٹ میں آنحضرت ﷺ کی آواز پر جمع ہو گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’اُس آواز سے زیادہ شان کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ یقین کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ اعتماد کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ محبت کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ اُمید کے ساتھ خدا کے رسول ﷺ نے تیرہ سو سال پہلے کہا تھا کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ الْفَارِسِ وہ وقت جب میری اُمت پر آئے گا کہ جب اسلام مٹ جائے گا، جب دجال کا فتنہ روئے زمین پر غالب آجائے گا، جب ایمان مفقود ہو جائے گا، جب رات کو انسان مومن ہو گا اور صبح کافر، صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر، اُس وقت میں اُمید کرتا ہوں کہ اہلِ فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو پھر اس آواز پر جو میری طرف سے بلند ہوئی ہے لبیک کہیں گے۔ پھر ایمان کو ثریا سے واپس لائیں گے۔ ان الفاظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی رَجُلٌ نہیں کہا بلکہ رِجَالٌ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اشاعتِ اسلام کی ذمہ داری رجلِ فارس پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اُس کی اولاد پر بھی وہی ذمہ داری عائد ہو گی اور اُ ن سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسی چیز کی اُمید رکھتے ہیں جس کی امید آپ نے رجلِ فارس سے کی۔ یہ وہ آواز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نااُمیدی کی تصویر کھینچنے کے بعد جس سے صحابہ کے رنگ اُڑ گئے اور اُن کے دل دھڑکنے لگ گئے تھے اُن کے دلوں کو ڈھارس دینے کے لئے بلند کی۔ اور یہ وہ امید و اعتماد ہے جس کا آپ نے ابنائے فارس کے متعلق اظہار کیا‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’میں آج اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجلِ فارس کی اولاد میں سے ہیں رسولِ کریم ﷺ کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کی تباہی کے وقت اُمید ظاہر کی ہے کہ لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارَس اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اس فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کی لالچوں، حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ ایمان کو ثریا سے واپس لایاجائے اور مخلوق کو آستانہ خدا پر گرایا جائے، یہ امید ہے جو خدا کے رسول نے کی۔ اب میں اُن پر چھوڑتا ہوں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی، وہ اپنے دلوں میں غور کر کے اپنے فطرتوں سے دریافت کریں کہ اس آواز کے بعد اُن پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔‘‘

(خطبات محمود (خطبات نکاح) جلد سوم صفحہ 342 تا 345)

اللہ کرے کہ ہم جو اُس رجل فارس سے منسوب ہونے والے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس درد بھرے پیغام کو سمجھ کر اپنی ذمہ داری ادا کرنے والے ہوں۔ ہماری اولادیں اس کی ذمہ داری ادا کرنے والی ہوں۔ ہمارے خاندان کی جو بزرگ ہستی ہم سے جُدا ہوئی ہے اُس کا جدا ہونا خاندان کے افراد کو خصوصاً اور افرادِ جماعت کو عموماً اُس اہم فریضے کی طرف توجہ دلانے والا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے سپرد فرمایا ہے جس کا اظہار کئی بار مختلف موقعوں پر آپ نے فرمایا کہ میں جماعت کے کیا معیار دیکھنا چاہتا ہوں۔ اپنی والدہ کی زندگی کے متفرق واقعات کا بھی میں ذکرکرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی دنیاوی اور دینی تعلیم پر اُس وقت کے حالات کے مطابق زور دیا، آپ کو پڑھایا، آپ کو ایف۔ اے تک تعلیم دلوائی، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت سیدۃ امۃ الحیٔ صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی وفات پر اظہار فرمایا تھا کہ میرے ذہن میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ایک سکیم آئی ہے اس کا عملی اظہار 17مارچ1925ء کو ہوا جب ایک مدرسہ کھولا گیا اور میری والدہ بھی اس مدرسہ کی ابتدائی طالبات میں سے تھیں۔ 1929ء میں اس مدرسے کی کل سات خواتین نے مولوی فاضل کا امتحان دیا اور سب کامیاب رہیں جن میں آپ بھی شامل تھیں۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ۔ جلد اول صفحہ 166 تا 170)

(الفضل 13 مئی 1927ء جلد 14 نمبر 89 صفحہ 9، 10)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے بچوں کی آمین پر بھی ایک نظم لکھی جو دعاؤں سے پُر ہے۔ بعض بڑے بچوں کا اس میں ذکر فرمایا۔ میری والدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا بھی اُس میں ذکر فرمایا۔ اُن کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ؎

وہ میری ناصرہ وہ نیک اختر
عقیلہ باسعادت پاک جوہر

(الفضل نمبر 3 جلد 19، مورخہ 7 جولائی 1931ء صفحہ 2 و کلام محمود مع فرہنگ صفحہ 206 مطبوعہ قادیان 2008ء)

یہ خصوصیات صرف باپ کے پیار کی وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر نہیں آئیں بلکہ میری والدہ کے ساتھ کام کرنے والیاں لجنہ اماء اللہ کی بہت ساری ممبرات ہیں، جنہوں نے لمبا عرصہ اُن کے ساتھ کام کیا ہے، وہ بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک کام کرنے والی پرانی صدر نے لکھا کہ لجنہ کی تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔ اس کے لئے نئے سے نئے طریق سوچتی تھیں۔ نئی تدابیر اختیار کرتی تھیں، ہمیں بتاتی تھیں۔ یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی ہر بچی اور ہر عورت تربیت کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہو۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اگر پردہ کے معیار کو گرا ہوا دیکھا تو سڑک پر چلنے والی کو، عورت ہو یا لڑکی یا لڑکیوں کو اس طرح چلتے دیکھا جو کہ احمدی لڑکی کے وقار کے خلاف ہے تو وہیں پیار سے اُس کے پاس جا کر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ بتاتیں کہ ایک احمدی بچی کے وقار کا معیار کیا ہونا چاہئے۔ پردے کے ضمن میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر کا ایک حصہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خلافت کا جو پہلا جلسہ تھا اس پر لجنہ کے جلسہ گاہ میں آپ نے جو تقریر فرمائی، اُس میں پردے کا بھی ذکر فرمایا۔ اُس ضمن میں ہماری والدہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’ہماری ایک باجی جان ہیں، اُن کا شروع سے ہی پردہ میں سختی کی طرف رجحان رہا ہے، کیونکہ حضرت مصلح موعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تربیت میں جو پہلی نسل ہے اُن میں سے وہ ہیں۔ جو گھر میں مصلح موعود کو اُنہوں نے کرتے دیکھا جس طرح بچیوں کو باہر نکالتے دیکھا ایسا اُن کی فطرت میں رَچ چکا ہے کہ وہ اس عادت سے ہٹ ہی نہیں سکتیں۔ ان کے متعلق بعض ہماری بچیوں کاخیال ہے کہ اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نہ کہو۔ پاگل ہو گئے ہیں، پُرانے وقتوں کے لوگ ہیں۔ ایسی باتیں کیا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اگلے وقت کونسے؟ میں تو اُن اگلے وقتوں کو جانتا ہوں، (فرماتے ہیں کہ) میں تو اُن اگلے وقتوں کو جانتا ہوں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے وقت ہیں۔ اس لئے ان کو اگر اگلے وقتوں کا کہہ کر کسی نے کچھ کہنا ہے تو اُس کی مرضی ہے وہ جانے اور خدا کا معاملہ جانے، لیکن یہ جو میری بہن ہیں واقعۃً تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اس بات پر سختی کرتی تھیں۔‘‘

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ مستورات فرمودہ 27، دسمبر 1982ء۔ بحوالہ الازھار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول صفحہ 8)

پھرجب لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہی ہیں تو یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی پوزیشن ہمیشہ پاکستان کی تمام مجالس میں نمایاں رہے، اس کے لئے بھرپور کوشش کرتی تھیں۔ صرف نمبر لینے کے لئے نہیں، جس طرح کہ بعض صدرات کا یا ذیلی تنظیموں کے قائدین و زعماء کاکام ہوتا ہے بلکہ اس سوچ کے ساتھ کہ ربوہ میں خلیفۂ وقت کی موجودگی ہے اس لئے بھی کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی کے باوجود ان کا معیار دوسروں سے نیچے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔

ایک لکھنے والی مجھے لکھتی ہیں کہ آپ کے فیصلے بڑے دوررَس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ مشورے ضرور لیتی تھیں اور ہر صاحبِ مشورہ کا بہت احترام کرتی تھیں۔ مولانا ابو المنیر نورالحق صاحب کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ میں بڑا عرصہ اپنے محلے کی صدر لجنہ رہی۔ تعلیم و تربیت اور علم میں اضافے کے لئے ایک یہ بھی آپ نے اپنے ہر ممبر کو کہا ہوا تھا کہ درّثمین یا کلامِ محمود سے ہر اجلاس میں دو شعر یاد کر کے آؤ۔ تو لکھتی ہیں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں شعروں کے ذریعہ علم و عرفان اور روحانیت میں اضافہ ہوتا تھا وہاں اجتماعوں کے موقعوں پر بیت بازی میں ربوہ کی لجنہ اول آیا کرتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں خود بھی بہت شعر یاد تھے اور یقیناً مجھے بھی اس بات کا علم ہے کہ اُمی کو بہت شعر یاد تھے۔ غالباً امام صاحب کی اہلیہ نے مجھے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند خواتین کے ساتھ جماعتی دورے پر اُنہیں بھی میری والدہ کے ساتھ غالباً سیالکوٹ کے سفر کا موقع ملا تو آپ نے کہا کہ بجائے اس کے کہ ہم بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کریں، گاڑی میں سفر کرتے ہوئے کار میں یا جو وین تھی، اس میں بیت بازی کرتے ہیں، سفر بھی اچھا گزر جائے گا اور ہم فضول گفتگو سے بھی بچ جائیں گے۔ تو اس طرح پھر بیت بازی ہوتی رہی اور سب نے بڑا enjoyکیا۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میرے والد حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو بھی خاص طور پر درّثمین کے بہت سے شعر زبانی یاد تھے اور یہ جو درّثمین کی ایک لمبی نظم ہے ’’اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار‘‘ یہ تو مجھے لگتا تھا کہ پوری نظم یاد ہے اور سفر میں جب بھی ہم جاتے تھے بیت بازی کا مقابلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک ٹیم ابا کی بن جاتی تھی ایک اُمی کی اور ہم بچوں کو بھی شوق پیدا کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح اُمی کو قصیدہ یاد تھا۔ آخری عمر میں جب یہ محسوس کیا کہ یادداشت میں کمی ہو رہی ہے، بعض شعر یا الفاظ فوری طور پر یاد نہیں آتے تو میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی نواسیوں میں سے جو بھی ساتھ سوتی تھیں، اُسے قصیدہ والی کتاب پکڑا دیتی تھیں اور خود (زبانی) پڑھتی تھیں اور یہ روزانہ کا معمول تھا کہ ستّر اشعار والا جو قصیدہ ’’یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ‘‘ وہ مکمل ختم کر کے سوتی تھیں۔ آخر عمر تک بھی کہیں کوئی ایک آدھ مصرعہ بھول جاتی ہوں گی عموماً تمام شعر یاد تھے۔ اسی طرح میں نے دیکھا ہے کہ قرآنِ کریم جیسا کہ میں نے کہا، بڑے اہتمام سے غور کر کے پڑھتی تھیں۔ بسا اوقات دن کے وقت جب کام سے فارغ ہوتی تھیں، یہ نہیں کہ گھر کے کام نہیں تھے، گھر میں کام کرنے والیوں کے بھی ہاتھ بٹاتی تھیں، مختلف کاموں میں دلچسپی لیتی تھیں، لجنہ کے کام بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے تھے۔ جب کام سے فارغ ہوتی تھیں تو علاوہ اس تلاوت کے جو صبح کی نماز کے بعد کیا کرتی تھیں، دس گیارہ بجے بھی میں نے دیکھا ہے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم پڑھ رہی ہوتی تھیں اور اُن کو غور کرتے دیکھا ہے۔ لیکن یہ بھی تھا کہ یہ عادت بالکل نہیں تھی کہ بلا وجہ اپنی علمیت کا اظہار کریں لیکن مطالعہ بڑا گہرا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ بھی گہرا تھا جیسا کہ میں نے بتایا کہ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا، عربی پڑھی ہوئی تھی، عربی کتب بھی پڑھ لیتی تھیں اور اچھی عربی آتی تھی۔ پھر دوسروں کے لئے ہمدردی کا جذبہ بہت تھا۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کرتی تھیں۔ نقد بھی اور جنس کی صورت میں بھی۔ دوسروں کو بھی توجہ دلاتی تھیں کہ فلاں قابل مدد ہے اس کی مدد کرو۔ اس وجہ سے بعض مخیر لوگ جن کا آپ کے ساتھ قریبی تعلق تھا وہ آپ کو ہی رقم دے دیتے تھے کہ خود ہی تقسیم کر دیں۔ ربوہ کی کیونکہ لمبا عرصہ صدر رہی ہیں اور محلوں میں جا کر وہاں اجلاسوں میں شامل ہوتی تھیں تو اس لئے مختلف محلوں کے غریبوں سے ذاتی واقفیت بھی تھی اور اُن کے حالات کا علم بھی تھا۔

چوہدری حمید اللہ صاحب نے مجھے بتایا۔ وہ لمبا عرصہ امداد گندم کمیٹی کے صدر رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ صدر لجنہ ربوہ کی طرف سے جو سفارش امداد کی آتی تھی وہ یقین ہوتا تھا کہ مکمل تحقیق کے بعد آئی ہے اور جائز سفارش ہے۔ مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی صدارت صرف انتظامی اور دفتری حد تک نہیں تھی، بلکہ لجنہ ربوہ کی صدر ہونے کے ناطے تقریباً ہر گھر سے ذاتی رابطہ بھی تھا۔ ربوہ کی لجنہ کی تنظیم پہلے مرکزی لجنہ کے زیرِ انتظام تھی۔

جنوری 1953ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ لجنہ ربوہ کی تنظیم کو مرکز سے، مرکزی لجنہ سے علیحدہ کر دیا جائے لیکن صدر لجنہ ربوہ مرکزی عاملہ کی ممبر ہو گی۔ بہر حال اس فیصلہ کے مطابق ربوہ کے محلہ جات کی طرف سے جب یہ رائے لی گئی کہ کس کو صدر بنایا جائے تو متفقہ طور پر صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو صدر بنانے کی تجویز آئی۔ یہ تاریخ لجنہ میں لکھا گیا ہے۔ اور ان آراء کی روشنی میں پھر آپ کو صدر لجنہ ربوہ مقرر کیا گیا۔ غالباً 1988ء یا 89ء تک آپ صدر رہی ہیں اُس کے بعد آپ نے اپنی کمزوری صحت کی وجہ سے معذرت کی لیکن تب بھی عاملہ کے ایک ممبر کی حیثیت سے لجنہ کے کام کرتی رہی ہیں۔ غالباً سیکرٹری خدمتِ خلق رہی ہیں۔ آپ کی صدارت کے دور میں لجنہ ربوہ تقریباً ہر شعبہ میں نمایاں کارکردگی دکھاتی رہیں۔ مجھے واقف کاروں کی طرف سے تعزیت کے جوخط آ رہے ہیں اُن میں تقریباً ہر خط میں ایک بات مشترک ہے کہ جب بھی ملنے گئے بڑی خندہ پیشانی سے ملتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں۔ موسم کے لحاظ سے جو بھی چیز ہوتی تھی پیش کرتی تھیں۔ بچوں سے حسنِ سلوک ہوتا تھا۔ فراست اور قیافہ شناسی بھی بڑی تھی۔ چہرے دیکھ کر حالات کا اندازہ کر کے پھر حالات پوچھتیں اور دعاؤں اور نیک تدبیروں کی طرف توجہ دلاتیں۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی دعاؤں کی طرف توجہ دلاتیں۔ یہاں مہمان نوازی کا ذکر ہوا ہے تو بتا دوں کہ جیسا کہ میں نے بتایا کہ لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہیں۔ تو ربوہ کے مختلف محلہ جات کی صدرات تھیں اور عاملہ ممبرات کے اجلاس بڑا لمبا عرصہ ہمارے ہی گھر میں ہوتے تھے۔ ہمارے گھر کا ایک بڑا وسیع برآمدہ تھا، پینتیس چالیس فٹ لمبا تو کم از کم ہو گا اُس میں انتظامات ہوتے تھے۔ اور اجلاس والے دن ہمیں عصر کے فوراً بعد گھر سے نکلنا پڑتا تھا کیونکہ پھر تمام کمروں کے راستے بند ہو جاتے تھے اور گھر پر لجنہ کا قبضہ ہوتا تھا۔ اگر اندر ہیں تو پھر دو گھنٹے کمرے کے اندر ہی رہنا پڑتا تھا کیونکہ راستہ کوئی نہیں۔ اور پھر یہ کہ اتنے بڑے مجمع کی عورتوں کی جو تعداد تھی ڈیڑھ دو سو عورت ہوتی تھی ان کو چائے یا شربت جو بھی موسم کے لحاظ سے ضروری چیز ہوتی تھی وہ پیش کی جاتی تھی، ساتھ کھانے کے لئے کچھ پیش ہوتا تھا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنے طور پر کرتی تھیں۔ مہمان نوازی کے بارہ میں میرے ایک کلاس فیلو سعید صاحب تھے انہوں نے لکھا کہ میں ایک دفعہ تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ایک حاجی صاحب ہوتے تھے جو کبھی کبھی آیا کرتے تھے۔ وہ آئے تو آپ صحن میں پھر رہی تھیں۔ باہر سے ہی ان کی آواز سن لی، تو میری والدہ نے مجھے آواز دی کہ جاؤ حاجی صاحب آئے ہیں۔ اُنہیں اندر بٹھاؤ اور کھانے کا وقت ہے پوچھو کہ کھانا تو نہیں کھانا؟ تو اس طرح مہمان نوازی کی طرف بہت توجہ تھی۔

دوسروں کی ہمدردی کا ذکر ہے تو ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ اُن کے علم میں (میری والدہ کے علم میں) آیا کہ اُن کے حالات اچھے نہیں ہیں اور پھر بچوں کو بھی باہر بھجوانے کی کوشش ہے تو انہوں نے ایک دن کسی کے ہاتھ اپنی جائے نماز بھجوائی کہ اس پرمیں نے تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے بہت دعا کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے سارے بچوں کے باہر جانے کا انتظام ہو جائے گا۔ اور وہ لکھتے ہیں چنانچہ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر معمولی سامان پیدا فرمائے کہ تمام کا انتظام ہو گیااور جو ایک آدھ بچے کا نہیں تھا اسے بھی کچھ عرصہ پہلے ویزہ مل گیا۔ تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ اگر کہو تودعا تو کرتے ہی ہیں لیکن ہمدردی ایسی ہے کہ بغیر کہے کہیں سے سُن لیا کہ اس کے حالات ایسے ہیں تو خاص طور پر دعا کی اور پھر پیغام بھجوایا۔

ایک دفعہ میری والدہ نے خود ذکر فرمایا۔ ایک خواب سنائی تھی، اس کا کچھ حصہ بتاتاہوں خواب تو یادنہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔ اس طرح ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جرمنی کے روشن مستقبل یعنی جرمنی میں جماعت کے روشن مستقبل کے بارے میں بھی ایک خواب میں ذکر تھا۔ اس مرتبہ جب میں دورہ پہ جرمنی گیا ہوں تو جماعت کے رابطے اور اثر دیکھے ہیں تو مجھے اپنی والدہ کی خواب بھی یاد آ جاتی رہی۔ خدا کرے کہ یہ روشن مستقبل کی طرف قدم ہو اور راستے کھلتے چلے جائیں۔ اُمی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ چندوں کا حساب بڑی باقاعدگی سے رکھا کرتی تھیں۔ جائیداد سے جو بھی آمد ہوتی تھی پہلے چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ پورا حساب سے، تحریکِ جدید، وقفِ جدید جو بھی وعدے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مختلف تحریکات میں اُن کا جو بھی حصہ ہوتا تھا، اُن کی ادائیگی کرتی تھیں اور جب تک میں وہاں رہا ہوں یہ چندوں کی ادائیگی کا حساب مجھ سے کروایا کرتی تھیں۔ ادائیگی مجھ سے کروایا کرتی تھیں اور بار بار پوچھتی تھیں کہ حساب صحیح ہو کہیں کم ادائیگی نہ ہو جائے۔ بڑی فکر رہتی تھی۔ اُن کی مختلف جائیدادوں سے متفرق آمدنیاں تھیں، بعض دفعہ حساب میں اگر کہیں غلط فہمی ہوگئی اور جب بھی اُن کو دوبارہ حساب کر کے کہا کہ اس میں مزید اتنا چندہ ادا کرنا ہے تو فوراً ادا کر دیا کرتی تھیں۔ اور اسی طرح چندہ مجلس عام طور پر اس میں لوگ سستی دکھا جاتے ہیں اُس کو بھی اپنی جو آمد تھی اس کے مطابق باقاعدہ دیا کرتی تھیں اور میرا خیال ہے شاید اس آمد کے حساب سے سب سے زیادہ ادائیگی اُنہی کی طرف سے ہوتی ہو کیونکہ بڑی باریکی میں جا کے حساب کیا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر نوری صاحب نے مجھے تعزیت کا خط لکھا تو اس میں اُن کا ایک خط بھجوایا۔ 1999ء میں جب میں جیل گیا ہوں تو نوری صاحب نے جیل سے میری رہائی کے بعد ان کو جب مبارکباد کا خط لکھا تو اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ

عزیزم نوری! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط ملا جس پر عزیزم مسرور کی بخیریت واپسی پر خوشی کا اظہار تھا۔ خدا تعالیٰ نے بہت فضل کیا ورنہ دشمنوں کے منصوبے تو بہت خطر ناک تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا۔ جتنا بھی شکر کریں، کم ہے۔ قریباً ربوہ کے ہر فردنے اور ربوہ سے باہر بھی لوگوں نے بہت دردمندانہ دعائیں کیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

تو یہ بھی اُن کی عاجزی ہے اور شکرانے کا بہت بڑا اظہار ہے کہ ماں کے ناطے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے بھی بہت دعائیں کیں۔ یقینا میرے لئے بہت دعائیں کی ہوں گی لیکن جماعت کے افراد کی دعاؤں کو بہت اہمیت دی۔ اور پھر صرف دعا میں خودغرضی نہیں دکھائی، یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ میری یا میرے بچوں کی حفاظت فرمائے بلکہ لکھا کہ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

تو یہ وہ خوبی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہے۔ اور جس کا اظہار آپ نے اس اعلیٰ تربیت کی وجہ سے کیا جو آپ کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے ہوئی۔

آپ کے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بھی بہت سے واقعات ہیں جو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتے۔ آپ کے انٹرویو بھی آ گئے ہیں، جنہوں نے سننا ہے اُس میں بھی سن لیں گے یا پڑھ لیں گے۔ آپ کی طبیعت میں اپنے اوپر بڑا ضبط اور کنٹرول تھا، لیکن میرے بیٹے نے بتایا کہ دو تین سال پہلے جب وہاں وہ گیاہے تو میرے ذکر پر بڑی جذباتی ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی تمام دعائیں میرے لئے اور میرے بہن بھائیوں کے لئے اور ہماری اولادوں کے لئے پوری فرمائے۔

خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تھی تو میں اس کومحسوس کرتا تھا۔ جب دورے پر جانے سے پہلے فون کرتا تھا، اُن کو میری حالت کاپتہ تھا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا، میرے انداز کا بھی پتہ تھا کہ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، کم بولتا ہوں۔ توہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان میں تمہاری تقریروں میں برکت ڈالے اور خاص طور پر یہ کہتیں کہ میں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور ہر نماز پر کم از کم ایک سجدہ میں دعا بھی کرتی تھی، لیکن جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورتحال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو میں نے اُن کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت و احترام تھا۔ عزیزم ڈاکٹر ابراہیم منیب صاحب جو میر محمود صاحب کے بیٹے ہیں اُنہوں نے، اُن کا وہاں انٹر ویو بھی لیا۔ مختلف پرانی باتوں کا انٹرویو لیا اُس میں میرا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے بتایا بلکہ مجھے کیسٹ بھیجی ہے، اُس میں اُن کو وہاں ریکارڈ کروایا اور میرے متعلق بتایاکہ میں اب عزت و احترام اس لئے کرتی ہوں کہ وہ خلیفۂ وقت ہے۔ میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔ یہاں بھی خلافت کا رشتہ بیٹے کے رشتے پر حاوی ہو گیا۔ جب ملنے جاتا تو ان کی آنکھوں میں ایک خوشی اور چمک ہوتی تھی۔ چہرے پر خوشی پھوٹ رہی ہوتی تھی۔ قادیان میں جودن گزرے اُس عرصے کے دوران جلسے کی مصروفیات سے جتنا وقت مجھے ملتا تھا، میں جاتا تھا تو پیار کرتیں اور ساتھ بٹھا کر کافی دیر تک باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن قادیان کا یہ عرصہ صرف پندرہ دن کا تھا۔ آخر میں بھی جب رخصت ہوئی ہیں۔ وہاں سے پہلے پاکستان واپس چلی گئی تھیں تو دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوئیں۔ ڈاکٹر فرخ یہ بھی میر محمود احمد صاحب کے بیٹے ہیں (چھوٹے بیٹے) انہوں نے مجھے لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی وفات پر جب میں گیا اور میں نے تعزیت کی تو نصیحت کی اور دعا کی تحریک کی، ساتھ یہ فرمایا کہ یہ دعا کرو کہ جو بھی نیا خلیفہ ہے اُس کی بیعت کی توفیق ملے اور جذباتی وابستگی اور تعلق بھی اُس سے پیدا ہو جائے۔ پس اُن کا تعلق خلافت سے تھا جس کے لئے دعا بھی کی اور نصیحت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

واقعات تو بہت ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ آخر میں ایک بات میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ 1913ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت اُم ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمایہ کے طورپر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے دل میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اُس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی) جو اُس زمانہ میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا، (آپ نے) اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں اُن کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں، اُن میں سے ایک تو اُن کے اپنے کڑے تھے(سونے کے)، اور دوسرے اُن کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے، میں زیورات کو لے کر اُسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے‘‘ اور اُس سے پھر یہ اخبارالفضل جاری ہوا۔‘‘

(الفضل نمبر 1 جلد 12 مورخہ 4 جولائی 1924ء صفحہ 4 کالم 3)

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بیشک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا، اور یہ الفضل جو ہے آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور اُن کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔

(خطبہ جمعہ 5۔اگست2011ء
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 26۔اگست2011ء)

لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک اور اغراض و مقاصد

حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک قلم سے 1922ء کی ایک تحریر

حضرت مصلح موعودؓفرماتے ہیں۔

’’السّلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہٗ ۔ ہماری پیدائش کی جو غرض و غائیت ہے اس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں اب تک اس کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے۔ ہماری زندگی کس طرح صَرف ہونی چاہئے جس سے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر کے مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوسکیں۔اگر غور کیا جائے تو اکثر عورتیں اس امر کو محسوس نہیں کریں گی کہ روز مرہ کے کاموں کے سوا کوئی اور بھی کام کرنے کے قابل ہے یانہیں؟دشمنان اسلام میں عورتوں کی کوشش سے جو روح بچوں میں پیدا کی جاتی ہے اور جو بدگمانی اسلام کی نسبت پھیلائی جاتی ہے اس کا اگر کوئی توڑ ہوسکتا ہے تو وہ عورتوں ہی کےذریعہ سے ہوسکتا ہے اور بچوں میں اگر قربانی کا مادہ پیدا کیا جاسکتا ہے تو وہ بھی ماں ہی کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ پس علاوہ اپنی روحانی علمی ترقی کے آئندہ و جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں ہی کی کوشش پر ہے۔ چونکہ بڑے ہو کر جو اثر بچے قبول کر سکتے ہیں وہ ایسا گہرا نہیں ہوتا جو بچپن میں قبول کرتے ہیں ۔ اسی طرح عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔ان امور کو مدنظر رکھ کر ایسی بہنوں کو جو اس خیال کی مؤید ہوں اور مندرجہ ذیل باتوں کی ضرورت کوتسلیم کرتی ہوں دعوت دیتا ہوں کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مل کر کام شروع کریں۔ اگر آپ بھی مندرجہ ذیل باتوں سے متفق ہوں تو مہربانی کر کے مجھے اطلاع دیں تا کہ اس کام کو جلد سے جلد شروع کر دیا جائے۔

1۔اس امر کی ضرورت ہے کہ عورتیں باہم مل کر اپنے علم کو بڑھانے اور دوسروں تک اپنے حاصل کردہ علم کو پہنچانے کی کوشش کریں۔

2۔اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے لئے ایک انجمن قائم کی جائے تا کہ اس کام کو باقاعدگی سے جاری رکھا جا سکے۔

3۔اس بات کی ضرورت ہے کہ اس انجمن کو چلانے کے لئے قواعد ہوں جن کی پابندی ہر رکن پر واجب ہو۔

4۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ قواعد وضوابط سلسلہ احمدیہ کے پیش کر دہ اسلام کے مطابق ہوں اور اس کی ترقی اور اس کے استحکام میں ممدّ ہوں۔

5۔اس امر کی ضرورت ہے کہ جلسوں میں اسلام کے مختلف مسائل خصوصاً ان پر جو اس وقت کے حالات کے متعلق ہوں مضامین پڑھے جائیں اور وہ خود اراکین انجمن کے لکھے ہوں تا کہ اس طرح علم کے استعمال کرنے کا ملکہ پیدا ہو۔

6۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ علم بڑھانے کے لئے ایسے مضامین پر جنہیں انجمن ضروری سمجھے اسلام کے واقف لوگوں سے لیکچر کروائے جائیں۔

7۔اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی روح قائم رکھنے کے لئے جو بھی خلیفۂ وقت ہواس کی تیار کردہ سکیم کے مطابق اور اس کی ترقی کو مدنظر رکھ کر تمام کاروائیاں ہوں۔

8۔اس امر کی ضرورت ہے کہ تم اتحاد جماعت کو بڑھانے کے لئے ایسی ہی کوشاں رہو جیسے کہ ہر مسلمان کا فرض قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے مقرر فرمایا ہے اور اس کے لئے ہرایک قربانی کو تیاررہو۔

9۔اس امر کی ضرورت ہے کہ اپنے اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کی طرف ہمیشہ متوجہ رہو اور صرف کھانے ، پینے، پہننے تک اپنی توجہ کو محدود نہ رکھو۔ اس کے لئے ایک دوسرے کی پوری مدد کرنی چاہیئے اور ایسے ذرائع پر غور اور عمل کرنا چاہیئے۔

10۔اس بات کی ضرورت ہے کہ بچوں کی تربیت میں اپنی ذمہ داری کو خاص طور پر سمجھو اور ان کو دین سے غافل اور بد دل اور سست بنانے کی بجائے چست ، ہوشیار، تکلیف برداشت کرنے والے بناؤ اور دین کے مسائل جس قدر معلوم ہوں ان سے ان کو واقف کرو اور خدا، رسول ، مسیح موعوداور خلفاء کی محبت ، اطاعت کا مادہ ان کے اندر پیدا کرو ۔ اسلام کی خاطر اور اس کی منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں خرچ کرنے کا جوش اُن میں پیدا کرو، اس لئے اس کام کو بجا لانے کے لئے تجاویز سوچو اور ان پر عمل درآمد کرو۔

11۔اس امر کی ضرورت ہے کہ جب مل کر کام کیا جائے تو ایک دوسرے کی غلطیوں سے چشم پوشی کی جائے اور صبر اور ہمت سے اصلاح کی کوشش کی جائے نہ ناراضگی اونشینی سے تفرقہ بڑھایا جائے۔

12۔ چونکہ ہر ایک کام جب شروع کیا جائے تو لوگ اس پر ہنستے اور ٹھٹھا کر تے ہیں اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں کی ہنسی اور ٹھٹھے کی پروا نہ کی جائے اور بہنوں کو الگ الگ مینوں یا طعنوں یامجالس کے ٹھٹھوں کو بہادری و ہمت سے برداشت کا سبق اور اس کی طاقت پیدا کرنے کا مادہ پہلے ہی سے حاصل کیا جائے تا کہ اس نمونہ کو دیکھ کر دوسری بہنوں کو بھی اس کام کی طرف توجہ پیدا ہو۔

13۔اس امر کی ضرورت ہے کہ اس خیال کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہمیشہ کے لئے جاری رکھنے کے لئے اپنی ہم خیال بنائی جائیں اور یہ کام اس صورت میں چل سکتا ہے کہ ہر ایک بہن جو اس مجلس میں شامل ہوا پنا فرض سمجھے کہ دوسری بہنوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے گی۔

14۔اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کام کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے صرف وہی بہنیں انجمن کی کارکن بنائی جائیں جو ان خیالات سے پوری متّفق ہوں اور کسی وقت خدانخواستہ کوئی متفق نہ ر ہے تو وہ بطیبِ خاطر انجمن سے علیحدہ ہو جائے یا بصورت دیگر علیحدہ کی جائے ۔

15۔ چونکہ جماعت کسی خاص گروہ کا نام نہیں چھوٹے بڑے، غریب امیر سب کا نام جماعت ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس انجمن میں غریب امیر کی کوئی تفریق نہ ہو بلکہ غریب اور امیر دونوں میں محبت اور مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک دوسرے کی حقارت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا مادہ دلوں سے دور کیاجائے کہ باوجود مدارج کے فرق کے اصل میں سب مرد بھائی بھائی اور سب عورتیں بہنیں بہنیں ہیں۔

16۔اس امر کی ضرورت ہے کہ عملی طور پرخدمت اسلام کے لئے اور اپنی غریب بہنوں اور بھائیوں کی مدد کے لئے بعض طریق تجویز کئے جائیں اور ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

17۔اس امر کی ضرورت ہے کہ چونکہ مدد اورسب برکت اور سب کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ اس لئے دعا کی جائے اور کروائی جائے۔

ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے بہتر سے بہتر ذرائع پراطلاع اور پھر ان ذرائع کے احسن سے احسن طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بخیر کرے۔ آئندہ آنے والی نسلوں کی بھی اپنے فضل سے راہنمائی کرے اور اس کام کو اپنی مرضی کے مطابق ہمیشہ کے لئے جاری رکھے یہاں تک کہ اس دنیا کی عمر تمام ہو جائے۔اگر آپ ان خیالات سے متفق ہیں اور ان کے مطابق اور موافق قواعد پر جو بعد میں انجمن میں پیش کر کے پاس کئے جارہے ہیں اور کئے جائیں گے عمل کرنے کے لئے تیار ہوں تو مہربانی کر کے اس کاغذ پر دستخط کر دیں۔ بعد میں ان قواعد پر ہر ایک بہن سے علیحدہ علیحدہ و دستخط لے کر اقرار و معاہدے لئے جائیں گے۔‘‘

(الازھارلذوات الخمار یعنی اوڑھنی والیوں کے لئے پھول حصہ اول صفحہ 52تا55)

بقیہ از صفحہ2۔اداریہ

قرآن کریم بطور آئینہ کے ہے ۔ آنحضور ﷺ کی سیرت اور اخلاق اپنا کر اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کر کے ہی خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’جس نے خدا کے رسولوں کو شناخت نہیں کیا اُس نے خدا کو بھی شناخت نہیں کیا۔ خدا کے چہرے کا آئینہ اُس کے رسول ہیں۔ ہر ایک جو خدا کو دیکھتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی ،روحانی خزائن جلد22صفحہ 151)

قرآن کریم بھی ایک شیشہ ہے قرآن کریم میں بیان تمام اخلاق پر عمل کر کے ہی خدا تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ گویاہر صاحبِ ایمان آنحضور ﷺ کی اقتداء میں کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کی عملی تصویر بن جائے۔

آپؑ فرماتے ہیں ۔ ؎

سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

انسان کا دل بھی مثل آئینہ تمام آلائشوں اور گندگیوں سے پاک ہونا چاہئے تا جہاں اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کر سکے وہاں مخلوق خدا کی ہدایت واصلاح کا بھی باعث ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جبکہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے اور کوئی کدورت اُس میں باقی نہیں رہی تجلّیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کیلئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22صفحہ 66)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ۔

’’جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے۔ آفتاب کا عکس ایسے پُورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وُہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد22صفحہ 65)

حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کو پانے کے جو ذرائع بیان فرماتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ ہر ایک کی استعدادِ فطرت کے موافق اپنا چہرہ اُس کو دِکھا دیتا ہے اور فطرتوں کی کمی بیشی کی وجہ سے وہ چہرہ کہیں چھوٹا ہوجاتاہے اور کہیں بڑا۔ جیسے مثلاً ایک بڑا چہرہ ایک آرسی کے شیشہ میں نہایت چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر وُہی چہرہ ایک بڑے شیشہ میں بڑا دِکھائی دیتا ہے۔ مگر شیشہ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ چہرہ کے تمام اعضاء اور نقوش دکھا دیتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ چھوٹا شیشہ پورا مقدار چہرہ کا دکھلا نہیں سکتا۔ سو جس طرح چھوٹے اور بڑے شیشہ میں یہ کمی بیشی پائی جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی ذات اگرچہ قدیم اور غیر متبدّل ہے مگر انسانی استعداد کے لحاظ سے اِس میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور اس قدر فرق نمودار ہو جاتے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد 22صفحہ 28)

لجنہ اماءاللہ۔خواتین کی تعلیم و تربیت کیلئے تنظیم

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ایک اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا۔آنحضرت ﷺ عورتوں کے لئے رحمت بن کر دنیا میں آئے اورآپ ﷺ نے عورت کو عرش کی بلندیوں تک پہنچا دیااور یہ اعلان فرمایاکہ:۔ اَلجَنَّۃُ تَحتَ اَقدَامِ الاُمَّھَاتِ کہ اگر جنت ڈھونڈنا چاہتے ہو توماں کے قدموں تلے تلاش کرو۔پھر ladies first کا نعرہ اور عورتون کو آبگینوں کے خطاب سے نوازا۔جہاں آپ ﷺ نے بلند مقام عطا فرمایا وہاں عورت کواولاد کی تربیت کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا۔

آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں امام الزماں حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنے کی توفیق ملی ہوئی ہے اور ہم ایک امام کے پیچھے چل کر اس کی راہنمائی میں دینی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گذارنے کی کوشش کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عورتوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متعددبار توجہ دلائی اور اپنی تقاریراور تحریرات میں قیمتی نصائح سے نوازا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے تنظیمی ڈھانچے کو قائم کرکے ہم سب پر احسانات کئے اور آپ کے احسان کایہ دائرہ صرف مردوں کے لئے نہیں تھا بلکہ آپ نے اپنے دور خلافت کےابتدائی سالوں میں ہی خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک تنظیم قائم کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا تا کہ خواتین اپنی تنظیم کے لائحہ عمل کی پیروی کرتے ہوئے اعلیٰ کردار کی حامل ہوں اور دینی و دنیاوی تعلیمات سے آراستہ ہو کر اپنی اولاد کی بہتر رنگ میں پرورش کر سکیں تا احمدیت کا مستقبل روشن اور تابناک ہو۔جو ہماری پیدائش میں اس نے مد نظر رکھے ہیں اور ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے بہتر سے بہتر ذرائع پر اطلاع اور پھر ان ذرائع کے احسن سے احسن طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔آئندہ آنے والی نسلوں کی بھی اپنے فضل سے راہنمائی کرے اور اس کام کو اپنی مرضی کے مطابق ہمیشہ کے لئے جاری رکھے۔یہاں تک کہ اس دنیا کی عمر تمام ہو جائے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے مطابق 25 دسمبر 1922ء کو اس تحریر پر دستخط کرنے والی خواتین حضرت اماں جانؓ کے گھر جمع ہوئیں ۔حضرت مصلح موعودؓنے خطاب فرمایا اور اس کے ساتھ ہی لجنہ اماءاللہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیااور خواتین مبارکہ کی مقدس قیادت میں یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑی تیزی سے سفر پر روانی ہوااور ایک منظم تنظیم کی شکل اختیار کر گیا۔حضورؓ کی ہدایات کی روشنی میں احمدی خواتین نے اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے اور دینی تعلیم و تربیت میں پرورش پانے کے لئے مساعی شروع کی اور مختلف دینی مہمات میں صفِ اوّل کی مجاہدات ہونے کا اعزا حاصل کیا۔اس کا اظہار اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیاکہ احمدی عورتوں کی تنظیم اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔2مثالیں تنظیم کے قیام کے ابتدائی ایّام کی پیش کی جا رہی ہیں ۔

اب تو خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تعداد اور وقار پہلے سے بڑھ چکے ہیں۔جب ابھی ابتدائی دور تھا اور جماعت ہر لحاظ سے نسبتاً بہت کمزور اور غیر معروف تھی۔اس وقت بھی جماعتی تنظیموں کا با نظر غور جائزہ لینے والوں نے اس تنظیم میں عظمت کے ایسے آثار دیکھے تھے جن کا نوٹس لئے بغیر وہ نہ رہ سکے۔تحریکِ سیرت کے مشہور لیڈر مولانا عبدالمجید قریشی نے اپنے اخبار ''تنظیم'' امرتسر میں لکھا:۔

''لجنہ اماءاللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے ۔اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی مدد سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں ۔لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مظبوط اور پُر جوش ہوں گی اور احمدی خواتین اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی۔''

اسی طرح لجنہ کے ماہنامہ ''مصباح'' کو پڑھ کر ایک آریہ سماجی اخبار ''تیج'' کے ایڈیٹر نے یہ لکھا:۔

''میرے خیال مین یہ اخبار اس قابل ہےکہ ایک آریہ سماجی کو دیکھئے۔اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود اسلام کے (نعوذباللہ۔ناقل)ظالمانہ حکم کے طفیل پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں ۔اور ان میں مذہبی اخلاص اور تبلیغی جوش کس قدر ہے۔ہم استری سماج قائم کر کے مطمئن ہو چکے ہیں ۔لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہمارہ استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقیت ہے۔مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی خواتین ہندوستان،افریقہ،عرب،مصر،یورپاور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ان کامذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔چندسال ہوئے ان کے امیر نے ایک مسجد کے لئے 50،000روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندہ سے پوری کی جائے ۔چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے 50،000 کی بجائے ایک لاکھ روپیہ جمع کر دیا۔''

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں لجنہ اماءاللہ کے ایک عظیم محسن اپنے روحانی باپ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذکر کرنا چاہوں گی۔آپ نے ذیلی تنظیموں کے سلسلہ میں عظیم الشان خدمات سر انجام دیں۔ آپ نے ذیلی تنظیموں کو 1989ء میں وسعت دی اور ہر ملک میں اس کا قیام عمل لایا گیاجو براہ راست خلیفۃ المسیح کو جواب دہ ہوں گے۔آپ نے اسلام میں عورت کے مقام کو اپنی تقاریر کا موضوع بنایا۔آپ نے تربیت اولاد کی عظیم ذمہ داری کی طرف احمدی ماؤں کو توجہ دلائی۔دعوت الی اللہ کی عالمگیر تحریک میں عورتوں کو جھونک دینے کی تلقین فرمائی۔

آج ہم آپ کے احسانات کا بدلہ اسی صورت میں اتار سکتے ہیں کہ ہم خواتین اپنی تنظیم کے اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں قیام نماز کے لئے فعّال مساعی کریں،اپنے بچوں کی حقیقی اسلامی رنگ میں تربیت کریں اور اپنے گھروں کے ماحول کو جنت نظیر بنا دیں اور دعوۃ الی اللہ کے فریضہ میں لگ کر دنیا کو اس روشنی سے منور اور خوشبو سے معطر کر دیں۔ تبھی ہم اپنی تنظیم کی اغراض اور مقاصد کو پورا کرنے والی بن سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے توفیق عطا فرمائے۔

لجنہ کالم

بے پردگی کا بڑھتا ہوا رجحان اور ہماری ذمہ داری

سلمہ شمس

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس دنیا میں عورت کے احترام کو قائم فرمایا جو اسلام سے پہلے اس کو حاصل نہیں تھا۔ اور آج اگر ہم نے یہ معلوم کرنا ہو کہ عورت کی عزت و احترام اور اُس کا وقار معاشرے میں کس طرح بڑھایا جاسکتا ہے تو میرے خیال میں اگر ہم بہنیں اپنے پردے کی حفاظت کریں ، اپنے پردہ کا اُسی طرح خاص خیال رکھیں جس طرح پردے کا حکم اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے ، قرآن کریم کی تعلیمات، احادیث نبویہ ، حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء کرام کے ارشادات میں پردے کا طریق اور اس کو پوری طرح کرنے کے فوائد ملتے ہیں ، الغرض اگر ہم پردے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر کاربند ہو جائیں تو یقیناً ہم ایک پُر وقار، بارعب، پُراعتماداور باعزت مقام حاصل کر لیں گی اور معاشرہ کی کامیاب خاتون گنی جائیں گی اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے: قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ (النور:31)

ترجمہ: تُو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں ۔ یہ اُن کے لئے بہت پاکیزگی کا موجب ہوگا ، جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس سے اچھی طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موجودہ زمانہ میں بے پردگی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے ۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ، ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو، اگر اس آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں لیکن یہ بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے ۔ بد نظری ڈالنی اور نفس کے جذبات سے مغلوب ہو جانا انسانی خاصہ ہے ۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہوجاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا مردوں کی حالت کا اندازہ کروکہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہوگئے ہیں ، نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو....ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو ، گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے ۔ کم ازکم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورت کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ

یہ وہ عمل ہے جس سے ان نفوس کا تزکیہ ہوگا۔''

(ملفوظات جلد ہفتم ص 134)

بےپردگی کے اس رجحان کو ختم کرنا لجنہ اماءاللہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شکیلہ طاہرہ۔ کینیڈا

انٹرویو صاحبزادی ناصرہ بیگم بنت حضرت مصلح موعودؓ، والدہ ماجدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت مصلح موعودؓ کی یادیں، بچپن کا پاکیزہ ماحول، آپ کی جماعتی خدمات اور خادموں سے حسن سلوک کا تذکرہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیدہ محمودہ بیگم (امّ ناصر) کی بڑی اولاد میں سے تھیں۔ ایم ٹی اے کے لئے ایک انٹرویو کے دوران آپ نے اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت مصلح موعودؓ کے گھر میں انداز تربیت کے متعلق بیان فرمایا کہ۔

حضرت مصلح موعودؓ کا بچوں سے تربیت کا انداز ناصحانہ تھا۔ نصیحت کرتے ہوئے کبھی چہرے پر مسکراہٹ بھی آجاتی مگر نظروں سے نصیحت زبان کی نسبت زیادہ ہوتی۔ نظر اٹھا کر دیکھنا ہمیں اپنی غلطی سے آگاہ کر دیتا تھا۔

بچوں کو دینی آداب سکھاتے۔ ایک ہی دسترخوان پر بچے آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اس لئے پہلے آہستہ سے کھانا شروع کرتے ہوئے بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ پڑھتے تاکہ بچے بھی سن لیں اور اس پر عمل کریں۔ کھانے پر تاکید ہوتی کہ ہاتھ دھو کر، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ دوسروں کی پلیٹوں سے ہاتھ گزار کر کھانا نہ ڈالو۔ زیادہ کھانا پلیٹ میں ڈالنے سے روکتے۔ فرماتے اتنا ہی ڈالو جتنا کھا سکو اس طرح کھانا ضائع ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو اتنا ہی کھانا ڈالنے کی عادت ہے جتنا کھایا جاسکے اور پلیٹ صاف ہو۔ اس تربیت کا یہ گہرا اثر ہے کہ ہم لوگ اپنی پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے۔ بڑوں کے احترام کی خاص توجہ دلواتے۔ کبھی بڑوں کے سامنے ننگے سر یا آستین چڑھا کر جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بڑوں کی مجلس میں بیٹھ کر اور پھر اُٹھ کرجانے سے منع فرماتے کہ یہ تعظیم کے خلاف ہے۔ لڑکیوں کو مغرب کے بعد اپنے گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اوروں کا تو میں کہہ نہیں سکتی لیکن مجھے یہ حکم تھا کہ مغرب کے بعد گھر سے نہیں جانا یعنی اپنے ماؤں کے گھر بھی۔ حضرت امّاں جان کے گھر جانے کی اس صورت میں اجازت تھی کہ اپنی اُمی کو اطلاع کرو کہ میں وہاں جارہی ہوں۔ حضرت عموں صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ) کا گھر ہمارے گھروں کو سیڑھیوں سے ملواتا تھا۔ وہاں بھی دن کے وقت اگر عموں صاحب سے ملنے جانا ہو تو اجازت لے کر جانے کا حکم تھا۔

آپ اکثر صبح کے ناشتے یا دوپہر کے کھانے پر بچوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات سناتے اور آپ کے مقام کا بھی آسان الفاظ میں جو بچوں کو سمجھ آجائے ذکر کرتے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا بہت ذکر کرتے۔ اُستاد ہونے کے لحاظ سے بھی اور خلیفہ ہونے کے لحاظ سے بھی بہت احترام اور محبت سے یاد کرتے۔ اس سے یہ مطلوب تھا کہ بچوں کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی محبت اور احترام ان کے مقام کی وجہ سے پیدا ہو۔

لڑکوں کی نگرانی رکھتے کہ وہ نماز باجماعت کے لئے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر کسی سے غفلت ہو جاتی تو اس کی سرزنش ہوتی۔ لڑکیوں کی بروقت نماز پڑھنے کی نگرانی کرتے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ نماز مغرب کے بعد سارے گھروں کا چکر لگاتے۔ اس کا یہ مقصد تھا کہ دیکھیں کہ لڑکوں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں، بچے گھر پر ہیں یا باہر ہیں۔ لڑکوں کو بھی بعد نماز مغرب سوائے عشاء کی نماز اور مجلس عرفان کے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔

لڑکیوں کو بہت اکرام سے باتوں باتوں میں ان کی غلطیوں پر سمجھاتے۔ لڑکے اگر بڑے ہو جاتے تو ان کو لکھ کر یا ماؤں کے ذریعے سے غلطیوں سے آگاہ کرتے اور آئندہ محتاط رہنے کی تلقین کرتے۔

ضمناً ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں جس کا تربیت سے تو نہیں لیکن میرے دل سے گہرا تعلق ہے۔ جب ابّاجان درس دیتے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو میرا دل چاہتا کہ ابّاجان تلاوت کرتے چلے جائیں اور میں روتی جاؤں۔ ایسا معلوم ہوتا کہ قرآن مجید کے الفاظ میرے دل میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔

حضرت ابّاجان پردے کی بڑی نگرانی کرتے تھے۔ میری ایک بہن بُرقعہ اُوپر کرکے سڑک پار کررہی تھی کہ ابّاجان سیر کرکے موڑ سے مڑے اور دیکھ لیا اور دوسرے دن کہنے لگے کہ تم اگر ایک قدم اُٹھاؤ گی، دوسرے دس قدم اُٹھائیں گے۔ تمہیں اس طرح نہیں جانا چاہئے تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں وہ سڑک بالکل سنسان ہوتی تھی۔ نمازوں کے وقت کوئی اِکّا دُکّا نمازی اُدھر سے گزرتا تھا۔

مجھے ابّاجان نے تیراکی، گھوڑے کی سواری اور نشانہ بازی سکھائی۔ پارٹیشن کے وقت رتن باغ کی بات ہے کہ چھوٹی آپا بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل تھیں۔ عزیزہ متین اور امۃ النصیر بھی آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ اُن دنوں آپ خود بھی بیمار تھے۔ ڈاکٹر نے آپ کو پاؤں دھونے سے منع کیا تھا مگر آپ وضو کرکے پاؤں دھوتے رہے۔ پاؤں دھونے کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی۔ بچیوں کو بتلایا کہ مجھے ڈاکٹر نے پاؤں دھونے سے منع کیا تھا مگر میں اس خیال سے دھوتا رہا کہ کہیں تم کو پاؤں دھوئے بغیر وضو کرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔

ابّاجان کے سامنے اگر کوئی بچہ چھوٹی موٹی شرارت کرتا تو کن اَکھیوں سے دیکھ کر مُسکراتے رہتے۔ نقصان پر کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ یہ کہہ دیتے کہ بچہ ہے نقصان ہو بھی گیا تو کیا بات ہے۔

''امّ ناصر'' حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ جنہیں سب ''امیّ جان'' کہتے تھے، کا ذکر خیر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ۔

''امیّ جان بچپن ہی سے صاف رہنے، سلیقہ سے کام کرنے، جس جگہ سے چیز اُٹھائی وہیں رکھنے کا کہتی تھیں۔ حضرت ابّاجان کی باری کے دن کھانا پکانے میں صفائی کا جو خاص اہتمام ہوتا وہ بھی ہمارے سامنے تھا۔ اس طرح یہ تربیت بھی کی کہ کپڑے دُھل کر آئیں تو پہلے مرمت کرو پھر بکسوں میں بٹن وغیرہ لگا کر رکھو۔ رفو کرنا اور پیوند لگانا بھی میں نے امی جان سے ہی سیکھا تھا۔ سوئی میں لمبا دھاگا نہ ڈالنا اور گول گرہ دینا یہ بھی سکھایا۔ حضرت ابّاجان ہر ہفتے قرآن مجید کا جو درس دیتے اس میں امیّ جان مجھے ساتھ لے کر جاتیں کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ اگر میں ساتھ لے کر نہ گئی تو یہ جو عورتوں میں جانے سے گھبراتی ہے درس نہیں سنے گی''۔

محترمہ استانی زینب نے قرآن مجید ختم کروایا اور اُردو کی ابتدائی تعلیم دی۔ اس کے بعد لڑکیوں کا سکول جس کی ہیڈ مسٹریس محترمہ استانی سکینۃ النساء اہلیہ مکرم قاضی اکرم تھیں۔ ان کے سکول میں داخل ہوکر پانچویں تک پڑھا۔ اس کے بعد گھر میں پڑھائی ہوتی رہی۔

اپنی جماعتی خدمات اور کاموں کی ابتداء کے متعلق آپ نے بتایا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر دارالمسیح میں سب سے پہلے تقریباً دس سال کی عمر میں میں نے اور سیدہ نصیرہ بیگم نے ایک کمرہ کی مہمان نوازی کی۔ مہمان نواز کا کام تھا، مہمان کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا۔ کھانے کا، پانی کا، روشنی کا یا اگر کوئی اور ضرورت ہوتی تو اسے پورا کرنا۔ پھر اس کے بعد تین چار کمروں کی مہمان نوازی سپرد کر دی گئی۔ تین چار برس یہ کام کیا۔ پھر منتظمہ روشنی، منتظمہ تقسیم کھانا، منتظمہ صفائی وغیرہ جو بھی کام سپرد کر دیا جاتا خوشی سے کرنے کو تیار تھی۔

سب سے مشکل کام صفائی کا تھا یعنی گندگی کی صفائی کروانا۔ خاص طور سے میری جیسی طبیعت کے لئے کراہت والا کام تھا۔ مگر جب کام سپرد کیا گیا تو کرنا ہی پڑا۔ میں صبح کی نماز پڑھ کر اپنے آپ کو گرم کپڑوں میں لپیٹ کر نیچے اُتر جاتی مگر وہاں جا کر جو صحن کی حالت دیکھتی تو ابکائیاں آنا شروع ہو جاتیں۔ جگہ جگہ بچوں کی غلاظت اور کھانس کر تھوکی ہوئی گندگی پڑی ہوتی۔ اس وقت کراہت کی وجہ سے میری آنکھوں میں پانی آجاتا مگر قہر درویش بر جان درویش، ذمہ داریاں تو ادا کرنی تھیں۔ مہمانوں کو بہت سمجھاتی کہ اس طرح گند نہ کریں اتنی بڑی جگہ رفع حاجت کے لئے موجود ہے بچوں کو وہاں لے جائیں مگر کہاں سنتے ہیں خاص طور سے ایک لڑکی کی۔ اس کے بعد شادی تک منتظمہ دارالمسیح رہی۔ شادی کے بعد پہلے سال نائبہ منتظمہ جلسہ گاہ کام کیا۔ پھر منتظمہ نمائش، نائبہ منتظمہ سٹیج کا بھی لمبا عرصہ کام کیا۔ معلوم نہیں منتظمہ سٹیج کے طور پر نگران کی نظر مجھ پر ہی کیوں پڑتی تھی۔ لجنہ مرکزیہ کے بھی جلسے ہوتے رہے کوئی نہ کوئی ڈیوٹی میرے سپرد کی جاتی رہی۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کی خواتین کی تنظیم ''لجنہ اماء اللہ'' کے کام کی ابتداء کے متعلق فرماتی ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے عہدہ کی حیثیت سے کام شادی کے بعد کیا۔ شادی کے بعد مجھے حلقہ دارالفضل قادیان کی صدر لجنہ اماء اللہ منتخب کیا گیا۔ اپنے علم اور استطاعت کے مطابق جتنا کام کرسکتی تھی کیا پھر پارٹیشن ہو گئی۔ لاہور آکر ماڈل ٹاؤن تقریباً تین چار ماہ بطور صدر کام کیا۔ اجلاس مکرمی عبدالمجید خان صاحب کے گھر ہوتا تھا۔ پھر میں کراچی چلی گئی۔ وہاں تقریباً چھ ماہ رہی۔ ماہ رمضان میں 10 روز تک درس قرآن بھی دیا۔ پھر میں حضرت سیدی ابّاجان کے پاس ایک ماہ کے لئے کوئٹہ چلی گئی۔ پاکستان ہجرت کے بعد ابتداء میں جس وقت ہمارے خاندان والے ربوہ کی کچی بیرکوں میں رہتے تھے میں نے ابّاجان کو لکھا کہ میرا کراچی جی نہیں لگتا ہے بلوالیں آپ نے بلا لیا۔ کچی بیرکوں میں مجھے وہ سکون اور خوشی ہوئی جو کوٹھیوں میں نہیں ملتی۔ اپنے پیارے کچے کمروں میں سکون اور خوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے وہ دن اب بھی شدت سے یاد آتے ہیں کاش وہ لوٹ کر آسکیں۔

جب لجنہ مقامی مرکزیہ سے علیحدہ نہیں ہوئی تھی اس وقت لجنہ مرکزیہ کی طرف سے منتظمہ صفائی حلقہ دارالصدر بھی نامزد کیا۔ لوگوں کے گھروں میں جا کر صفائی کی تلقین کرتی۔ سلیقے سے چیز رکھنے کا طریقہ بتاتی۔

آپ نے ایک لمبا عرصہ بحیثیت صدر لجنہ کام کیا اور تمام عہدیداران جنہوں نے اس عرصہ میں آپ کے ساتھ کام کیا ہے آپ سے خوش تھیں۔ حسن و خوبی سے جماعتی فرائض سرانجام دینے کے متعلق آپ نے فرمایا۔

''میں نے جتنا عرصہ لجنہ مقامی کا کام کیا ہے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کے مطابق سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ سمجھا ہے اور خدا کے فضل سے سب ممبرات نے تعاون کیا ہے۔ یہ تعاون صرف کام کا نہ تھا بلکہ اس میں وہ محبت بھی شامل تھی جو ان کو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ سے تھی۔ اُصول بھی بیشک ضروری چیز ہے مگر میں اُصولوں میں لچک پیدا کرنے کی قائل ہوں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی اپنی کُنبہ کی لگتی تھیں ان میں بیٹھ کر مشورے وغیرہ کرنے یا ان کو کام کی ہدایات دینے میں دُونا مسرت ہوتی تھی۔ کبھی کوئی حلقہ کی صدر یا شعبہ کی سیکرٹری کام میں سُست ہوتی جیسا میں چاہتی ویسا کام نہ کرتی تو میں اُس کے متعلق اُن سے بھی مشورہ مانگتی کہ آپ مجھے بتائیں کہ کس طرح آپ سے کام لیا جائے کہ جس سے کام کا معیار بلند ہو جس سے اُن کو شرمندگی بھی ہوتی اور خوشی بھی کہ اُن سے مشورہ لیا جارہا ہے اور کام بھی ٹھیک ہو جاتا۔ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کارکنات سے مُسکراتے چہرے اور ہونٹوں سے بات کرکے اُن کے دلوں کو کام کے لئے تیار کیا جائے۔ میرے خیال میں غالباً یہی میرا طریقہ رہا ہے، صدر کا لہجہ تھکا ہوا نہیں ہونا چاہئے''۔

لجنہ کے کام کے دوران مختلف شخصیات سے رہنمائی حاصل کرنے کا شرف حاصل رہا ان کے متعلق آپ نے فرمایا۔

’’لجنہ کے کاموں میں بوقت ضرورت حضرت سیدہ چھوٹی آپا سے رہنمائی حاصل کرتی رہی۔ اس کے علاوہ لجنہ کی ابتدائی ممبرات میں سب سے زیادہ رہنمائی سیدہ ممانی جان (حضرت سیدہ صالحہ بیگم حرم حضرت میر محمد اسحاقؓ) سے ملی انہوں نے مجھے اُبھارا اور کام کرنے کے لئے بلاتی رہیں۔ سب سے زیادہ میں اُن سے بھی متاثر رہی۔ اُن میں انانیت بالکل نہ تھی۔ جس کی بناء پر میں اُن کی ہمیشہ مداح رہی۔ دوسروں کوکام سکھانا ہرمشکل کام میں رہنمائی کرنا اور جب نتیجہ کا وقت آئے تو سکھلانے والے کاکوئی نام نہیں اور سیکھنے والے کے نام آگے کر دیئے جاتے۔ دن رات انتھک محنت کرنے والی خاتون تھیں۔ باوجود دائمی مریضہ ہونے کے سلسلہ کے کاموں میں اُن کی تکلیف حائل نہ ہوتی تھی۔آپ قادیان میں عمومی ماحول کا ذکرکرتے ہوئے بیان کرتی ہیں۔ قادیان میں عمومی ماحول بہت سادہ تھا۔ کپڑوں میں، رہن سہن میں، غریب سے غریب عورتیں گھر بہت صاف ستھرا رکھتی تھیں۔ سبزیاں وغیرہ لگا لیتی تھیں۔ چونکہ اکثر آبادی واقفین کی تھی اس لئے تھوڑی تنخواہ میں بہت اچھا رکھ رکھاؤ رکھتی تھیں۔

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین کی دنیوی اور دینی تعلیم کا خصوصی انتظام فرمایا تھا۔ اس کی تفصیلات، کورس اور اساتذہ کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں خواتین کی دینی اور دنیوی تعلیم کا خصوصی انتظام کروایا تھا۔ میں اس میں شامل تھی اس میں لڑکیوں کے سکول کا نام ’’مدرسة الخواتین‘‘ رکھا گیا تھا اس میں گئی۔ پڑھنے والی خواتین میں حضرت آپا سارہ بیگم، مکرمہ اُستانی میمونہ صوفیہ ، اُستانی مکرمہ ہاجرہ بیگم اہلیہ مکرم فتح محمد سیال ، مکرمہ استانی مریم بیگم اہلیہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، محمدی بیگم ہمشیرہ اُستانی مریم ، مکرمہ مسعودہ بیگم بدوملہی، مکرمہ صاحبزادی امة السلام بیگم ، مکرمہ مہرالنسا ،اہلیہ حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ، لڑکیوں میں سے امة العزیز بنت عبدالرحیم بھٹی، مبارکہ بیگم بنت نیّر، آمنہ بیگم بنت فتح محمد سیال ، آمنہ بیگم بنت بھائی محمود اور خاکسارہ ۔ مدرسة الخواتین میں پڑھانے والے اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ جو قرآن مجید اور تاریخ پڑھاتے تھے۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ عربی، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ عربی ادب، اس کے علاوہ باقی اساتذہ کے نام یاد نہیں رہے۔ مدرسة الخواتین کلاس بند ہوکر کچھ عرصے بعد مولوی کلاس شروع کروائی گئی جن میں چند پڑھنے والیاں تھیں۔ صاحبزادی امة السلام بیگم بنت حضرت مرزا بشیر احمدؓ بھی ہمارے ساتھ شامل تھیں اور وہ اس امتحان میں پنجاب میں فرسٹ آئی تھیں‘‘۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم کو حضرت امّاں جان سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ، حضرت امیّ جان (امّ ناصر حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم حرم حضرت مصلح موعودؓ) اور حضرت ممانی جان (حضرت سیدہ صالحہ بیگم حرم میر محمد اسحاقؓ) کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل رہا۔ ان بزرگ خواتین کے بارے میں آپ نے بتایا کہ۔

’’حضرت اماں جان کی عادت تھی کہ صبح کی نماز و تلاوت اور ناشتہ کرنے کے بعد سیر کونکل جاتیں۔بعض واقف اور غریب خواتین کے گھروں میں جا کر سوٹی سے دروازہ کھٹکھٹاتی۔ جواب ملنے پر اندر تشریف لے جاتیں۔ حالات معلوم کرنے پرمشکلات اورپریشانیاں دُور کرنے کی کوشش کرتیں۔ گھر میں زیادہ وقت تسبیح و تحمید میں گزرتا یا نمازوں میں کبھی دن میں ایک دوبار باورچی خانے میں جا کر کھانے کی نگرانی کرتیں۔ کبھی خود بھی پکا لیتیں۔ ہم لڑکیوں سے اصلاحی ناولیں سنتیں جس سے ہماری اُردو کی اصلاح کرتیں مثلاً گودڑی کے لعل۔

حضرت امیّ جان بڑی صابرہ و شاکرہ تھیں۔ تہجد گزار نمازوں کو قائم کرنے والی قرآن مجید کی تلاوت کا شغف رکھتی تھیں۔کئی مستورات کو انہوں نے قرآن مجید باترجمہ ختم کروایا۔ حضرت ممانی جان جن کا ذکر میں پہلے کرچکی ہوں وہ اپنے نام کے مطابق صالحہ بزرگ تھیں‘‘۔

آپ کو سلائی و دستکاری میں خاص ملکہ حاصل ہے۔آپ کی ہنرمندی کی بدولت لجنہ کے شعبہ دستکاری نے خاص ترقی کی۔ آپ اس سلسلے میں سلیقے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ۔ سلائی و دستکاری میں مجھے خاص ملکہ حاصل تو نہیں مگر یہ ہے کہ سلائی و دستکاری کا شوق رہا ہے۔ شادی سے پہلے کلیوں والے کپڑے اور فراکس بھی خود سیتی تھیں۔ امیّ جان میرے سامنے لٹھے کے تھان رکھ دیا کرتی تھیں کہ اپنے بھائیوں کے پاجامے کاٹو اور سیو۔ اس سے ایک تومیرا ہاتھ صاف ہو گیا تھا۔ دوسرے سلائی کرنے سے پیسوں کی بچت ہوتی تھی۔ سلیقے کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سلائی کا سلیقہ، کھانا پکانے کا سلیقہ جس طرح کھانا پکانے کے لئے سبزی کاٹی جائے تو کدّو اور شلجم کے چھلکے بھی کھانا پکانے کے کام آتے ہیں۔ اسی طرح پیاز کو سلیقے سے کاٹا جائے، اسی طرح سلائی کے سلیقے میں کترنوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیں دومہینوں کے اندر 8ہزار روئی کی صدری تیار کرنے کا حکم دیا ۔اس میں سب سے پہلا مرحلہ کٹائی کا تھا کیونکہ تھانوں کے تھان کٹ رہے تھے اس لئے بچا ہوا کپڑا کٹائی سے نکلا ہوا تقریباً من ڈیڑھ من ہو گیا تھا۔ میں نے کام کرنے والیوں سے کہا کہ جو اس کترنوں سے کام لے سکتی ہیں وہ ان کو لے جاسکتی ہیں پھر مجھے بتائیں کہ انہوں نے اس سے کیا کام لیا ہے۔ انہوں نے بڑی کترنوں کوجوڑ کر بڑی چادریں بنائیں بعض نے لحاف بنوائے۔ بعض نے روئی شامل کرکے دریاں بنوائیں۔جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا اور احمدیت کی ترقی کے لئے مطالبات رکھے تو ان مطالبات کے نتیجے میں قادیان کے احمدی گھرانوں میں جو معاشرتی تبدیلیاں آپ نے دیکھیں مثلاً سادہ لباس، سادہ رہن سہن وغیرہ اس کے متعلق بتاتے ہوئے فرماتی ہیں کہ۔

’’لباس فوراً سادہ کر دیا گیا۔ گوٹاکناری وغیرہ بند ہو گیا سوائے پرانے گوٹا کناری وغیرہ والے کپڑے جو ہوتے وہ پہنے جاتے تھے لیکن نئے کپڑے گوٹا کناری والے نہیں بنتے تھے۔ لیکن گھر سادہ اور صاف ہوتے تھے۔ صفائی میں کچھ خرچ نہ ہوتا تھا بلکہ صفائی گھر والے کے سلیقے کا اظہار کرتی تھی‘‘۔

قادیان کے ماحول میں شادی کی سادہ رسوم کے بارے میں فرمایا۔میں نے اپنے گھروں میں شادیاں دیکھیں اُن میں رسم نہ دیکھی۔ سادہ ہی شادی ہوتی تھی۔ رونقیں وغیرہ نہیں ہوتی تھی جن میں خرچ ہومثلاً کھانا یا چائے وغیرہ کا خاص اہتمام ہو۔ ہاں بچی کو تیار کرکے دُلہن ضرور بنایا جاتا۔ بارات خاموشی سے دُعا پڑھتے ہوئے آتی اور دُلہن کو لے کر رخصت ہو جاتی۔آپ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ نے اپنی وصیت کے متعلق بیان کرتے نیز خواتین کے لئے وصیّت کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔

’’میں نے غالباً خدا کے فضل سے 12 سال کی عمر میں وصیّت کی ہے۔ حضرت ابّاجان 10 روپے جیب خرچ دیتے تھے جس میں سے ایک روپیہ نکل جاتا تھا۔ کچھ زمین دے دی تھی اس کی بھی وصیّت دیتی تھی۔ وصیّت کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور یہ خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں‘‘۔

آپ کے دور صدارت میں لجنہ نے بہت ترقی کی۔ آپ نے لجنہ کے کام میں بہت وقت دیا۔ اس کے ساتھ گھر کی ذمہ داری بھی باحسن ادا کرتی تھیں۔ اس توازن کے متعلق بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

لجنہ کے کام میں وقت تو دیا مگر گھر کاکام بھی اسی طرح کیا جس طرح گھر کی مالکہ کافرض ہے۔ گھر کے کاموں میں کچھ نہ کچھ وقت تو خرچ ہوتا ہے مگر میں نے لجنہ کے کاموں کومتاثرنہ ہونے دیا۔ میری عادت ہمیشہ سے رہی کہ رات سونے سے پہلے اگلے دن کی کھانے کی پرچی لکھنا اور دن کے کاموں کے پروگرام بنا لیتی تھی۔ کبھی اس معمول میں فرق آجاتا لیکن عمومی طور پر یہ عادت تھی اس سے کام کا بوجھ ہلکا ہو جاتا اور سوچنے کے لئے وقت دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ (’’النساء کینیڈا‘‘ مئی تا اگست 2011ء)

(روزنامہ الفضل 5مارچ 2012ء)

ہومیو ڈاکٹر نذیر احمد مظہر

کنوار گندل (ایلوویرا) کے حیرت انگیز فوائد

کنوار گندل تقریباً 6ہزار سال سے طب میں استعمال ہوتی چلی آ رہی ہے۔یہ داخلی اور خارجی ہر دو لحاظ سے استعمال کی جاتی ہے۔

داخلی استعمال

یہ معدے کو طاقت دیتی ہے اور ورموں کو تحلیل کرتی ہے سوزش کو رفع کرتی ہے۔ہاضم ہے بھوک لگاتی ہے۔ اور انتڑیوں کی راہ سے زہریلے مادوں کو خارج کرتی ہے۔جراثیم کش ہے نیزباہ کو طاقت دیتی ہے مفیدِ عام دوا (مصبّر) (Cape Aloes) اس سے اخذکیاجاتا ہے۔جو قبض کے ازالہ اور ریاحی مادوں کو جسم سے خارج کرنے کے لیے بکثرت استعمال ہوتاہے۔

واضح رہے کہ کنوار گندل کے گودے کا سالن نہ صرف لذیذ ہوتا بلکہ مفید بھی ہے۔آج کل جلد کے مختلف مسائل کے حل کیلئے کنوار گندل (Aloe Vera) کو بہت موٴثر پایا گیا ہے۔اس کا گودا چہرے کی جلد کو ملائم،نرم اور خوبصورت بناتا ہے۔

کنوار گندل کا رس(Aloe Vera)یااس کی جیل (Aloe Vera Gel)چہرے کے دانوں کیل،مہاسوں (Acnes)اور جُھریوں، شکنوں (Wrinkles)کو دور کرتی ہے۔مگر اس کیلئے اس کا عرصہ دراز تک استعمال ضروری ہے ورنہ کوئی نمایاں اور واضح فرق نہیں پڑے گا۔

یہ جلد کو اضافی طور پر چکنا رکھتی ہے اور اس کی یہ خوبی اس کے اندر موجود وٹامن (E)اور (C)کی وجہ سے ہے۔یہ داغ، دھبوں اور چھائیوں (Freckles) کو دور کرتی ہے اور اس طرح دھوپ کے بداثرات سے بچاتی ہے اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کو دور کرتی ہے۔یہ بالوں کو گھنا، مضبوط اور چمکدار بنانے میں مدد دیتی ہے اور سر کی خشکی دور کرتی ہے۔

کنوار گندل کے مجربات

کنوار گندل کا رس 100گرام یا 100ایم ایل نوشادر 100گرام(Ammonium Chloride) باہم ملا کر فریج میں رکھ لیں اور ایک تا دو چمچ صبح شام پئیں۔

مقدار خوراک

اس میں کمی بیشی حسبِ حالات کی جاسکتی ہے۔ اس سے پیشاب و پاخانہ کھل کر ہوتا ہے ۔ بازار سے ایلو ویرا جوس مل سکتا ہے استعمال کر سکتے ہیں۔

فوائد

معدہ و جگر و تلی(Spleen)کے تمام امراض میں بفضلِ خدا بہت مفید ہے۔ معدے کی جلن، سوزش ورم اسی طرح جگر کے ورم وسوزش اور ورم نیز تلی کے سوج (Splenitis)جانے اور بڑھ جانے میں نافع ہے۔پیٹ میں پانی پڑ جانے میں سریع الاثر ہے ۔

اسی طرح جوڑوں کے درد، کمر درد، قبض اور بواسیر میں نفع بخش ہے۔بلڈ پریشر و کولیسٹرول کی زیادتی میں بھی یہ نسخہ فائدہ بخش ہے۔

ایڈیٹر کی ڈاک

تاثرات۔آراء۔تجاویز

- مکرم ندیم احمدانجم لکھتے ہیں۔

ماشاءاللہ الفضل بہت علمی اخبارہے۔ہمارے علم میں بہت اضافہ ہوتاہے۔اللہ تعالیٰ اس کوہمیشہ جاری رکھے۔آمین

- مکرم مظفراحمد ظفر لکھتے ہیں۔

الحمدللہ Daily Alfazl Onlineکے ذریعہ ہمیں دوبارہ پُرانے دنوں کی یاد آگئی ہے۔اللہ تعالیٰ الفضل کے ذریعے پوری دنیا میں احمدیت کو پھیلائے۔ آمین

- مکرمہ سلطانہ جاوید لکھتی ہیں۔

میں اپنے پیارے اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کی مستقل قاری ہوں الحمدللہ۔الفضل تربیتی لحاظ سےاپناکام بخوبی انجام دے رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات عطافرمائے اورہر شرسےبچائے۔آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آصف محمود۔سیرالیون

جلسہ سالانہ سیرالیون

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیرالیون جماعت کو اپنا 57واں جلسہ سالانہ مورخہ 24,25 اور 26جنوری2020ء کو منعقد کرنے کی توفیق ملی، الحمدللہ۔

پہلا دن

پہلے دن کا آغاز نماز تہجد، درس و نماز فجر سے ہوا۔

24جنوری کو دن کے پہلے سیشن کا آغازدن 9 بجے لوائے احمدیت لہرا کر ہو اجس کی سعادت مکرم شریف عودہ ، مرکز سے آئے ہوئے عرب مہمان، کو حاصل ہوئی۔ مکرم حنیف احمد محمود بطور نمائندہ تشریف لائے تھے۔ اس کے علاوہ گنی کناکری اور سینیگال کے وفود بھی جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے۔

افتتاحی سیشن مکرم سعیدالرحمن صاحب ، امیر و مشنری انچارج سیرالیون کی صدرات میں تلاوت قرآن کریم و نظم سے سے شروع ہوا۔جس کے بعد مہمانوں اور نمائندگان کا تعارف کروایا گیا۔ نائب صدر مملکت سیرالیون، جناب ڈاکٹر جلدے جالو صاحب H.E DR. (JULDEH) JALLOH کے علاوہ منسٹرز، سابقہ منسٹرز، ممبران پارلیمنٹ، مختلف مملک کے ایمبیسیڈرز،قریبا 100 پیراماؤنٹ چیفس اور نمائندگان، سیکشن چیفس، متعدد قبائلی سردار،اعلیٰ حکومتی عہدے داران، ڈسٹرکٹ آفیسرز، ڈسٹرکٹ امام، چیفڈم امام کثیر تعداد میں غیر ازجماعت آئمہ نے شرکت فرمائی۔

اظہار خیال کرنے والوں میں صوبائی منسٹرز ، مختلف ملکوں کے سفیر اور دیگر نمایاں شخصیات شامل تھیں۔

جلسہ کے افتتاحی سیشن میں حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام انگریزی زبان اور لوکل زبانوں میں ترجمہ کے ساتھ سنایا گیا۔

نائب صدر مملکت نے اپنے خطاب میں جماعت کی خدمات کو سراہا اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ ایک منسٹری کی طرح ہے اور امیر جماعت سیرالیون ہمارے امن کے منسٹر ہیں۔

مکرم نذیر علی کمانڈا بونگے صاحب نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کے ساتھ پہلا سیشن ختم ہوا جس کے بعد نماز جمعہ وعصر باجماعت ادا کی گئیں۔ مکرم حنیف محمود نے ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘ کے عنوان پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ و عصر کی امامت فرمائی۔ خطبہ جمعہ میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے ایسے واقعات پیش کئے جو صحابہ رسول ﷺ سے مماثلت رکھتے تھے۔

جلسہ کے تینوں دن نماز تہجد باجماعت کا اہتمام کیا گیا اور تینوں دن جلسہ کا پنڈال نماز تہجد کی حاضری سے بھرا رہا۔

لجنہ سیشن۔پہلا دن

نماز ظہر و عصر کی نمازوں کی ادائیگی اور کھانے کے بعد مستورات کا سیشن ہوا جس کی صدارات محترمہ للیان سونگو نے فرمائی۔

تلاوت و ترجمۂ قرآن ، حدیث و نظم کے بعد، نماز کی اہمیت پر تقریری ہوئی اور مہمان خواتین نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ جس میں مسز زکیہ فردوس اہلیہ مکرم حنیف محمود نے بھی اظہار خیال کیا۔لجنہ کے سیشن سے مکرم امیر صاحب نے بھی ایک مختصر خطاب فرمایا اور دعا کے ساتھ یہ سیشن ختم ہوا۔

نماز مغرب و عشاء کے بعد حضور انور کا تازہ خطبہ جمعہ انگریزی زبان میں بذریعہ پروجیکٹر حاضرین کو سنایا گیا۔

دوسرا دن

دوسرے دن بھی نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ مکرم شریف عودہ نے نماز تہجد کی امامت کرائی۔ جس کے بعد درس ہوا اور نماز فجر ادا کی گئی۔

دن 9 بجے دوسرے سیشن کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوا۔ اس سیشن میں درج ذیل عناوین پر تقاریر ہوئیں۔خلافت کی اہمیت و برکات۔اور ختم نبوت ﷺ۔ اس کے علاوہ مہمانوں میں سے مکرم ڈاکٹر امتیاز چوہدری اور مکرم ناصر سدھو امیر سینیگال نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

دوسرا سیشن

دوسرا سیشن دن 3بجے تلاوت قرآن کریم ونظم سے شروع ہوا اور اس میں درج ذیل عناوین پر تقاریر کی گئیں۔صحابہ رسول ﷺ میں سے حضرت بلالؓ کا تذکرہ۔ اور شہدائے احمدیت۔ جس کے بعد تعلیمی اسناد تقسیم کی گئیں۔اور نکاحوں کا اعلان ہوا۔

نماز مغرب و عشاء کے بعد مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا گیا۔

تیسرا دن۔ اختتامی سیشن

تیسرے دن بھی نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ الحمد للہ تینوں دن جلسہ کا پنڈال نماز تہجد کے دوران بھرا رہا اور پنڈال کے باہر بھی کچی مٹی پر لوگ نماز تہجد ادا کرتے رہے۔

اختتامی سیشن میں دو تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر مکرم شریف عودہ صاحب نے عربی زبان میں پیش کی جس کا کریو زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا۔آپ کی تقریر کا عنوان عرب دنیا میں احمدیت کے بارہ میں تھا۔ دوسری اور آخری تقریر مکرم حنیف محمود نے انگریزی زبان میں کی جس کا کریو میں ترجمہ کیا گیا۔ آپ کی تقریر کا عنوان وقف زندگی کی اہمیت اور برکات تھا۔

جس کے بعد ایک وفاقی وزیر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مکرم امیر صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا ور نصائح فرمائیں۔ اور دعا کے ساتھ ان تین بابرکت دنوں کا اختتام ہوا۔

الحمد للہ ، اس جلسہ کو لوکل الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا نے خوب کوریج دی اور متعدد ٹی وی چینل SLBC, AYV اور ان کے ریڈیوز اور سوشل میڈیا چینلز نے براہ راست پہلا سیشن اور بعض دوسرے سیشن نشر کئے، جس کے ذریعہ لاکھوں لوگوں نے اس بابرکت جلسہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور بعض موقعوں پر ان چینلز کی VIEWERSHIP نے اپنے سابقہ ریکارڈ بھی بہتر کئے۔

دعا کے ساتھ اس بابرکت تین دنوں کا اختتام ہوا۔

محض اللہ کے فضل سے جلسہ نہایت کامیاب رہا، جلسہ کی حاضری24700سے زائد رہی۔

طلوع و غروب آفتاب

21فروری 2020ء

	طلوع	غروب
مکہ مکرمہ	05:33	18:21
مدینہ منورہ	05:35	18:19
لندن	05:15	17:28
قادیان	05:43	18:19
ربوہ	05:23	17:59